دہلی، دیوبند، سہارنپور، گنگوہ، نانوتہ، رائے پور اور ہندوستان
کے چند دیگر مقامات نیز دینی مدارس اور روحانی مراکز کی

آباء کے دیس میں

شیخ التفسیر والحدیث
مولانا زُبیر احمد صدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ رشیدیہ
جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ضلع ملتان پاکستان

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

دار العلوم دیوبند کا تاریخی سفرنامہ

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ رشیدیہ
جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ضلع ملتان پاکستان

آباء کے دیس میں

حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہ

ناشر : جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

ملنے کے پتے

جامعہ فاروقیہ پرانا ملتان روڈ شجاع آباد۔ فون نمبر 0301-6361990, 0322-6102570

مکتبۃ الحرمین، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ طیب پبلی کیشنز حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ انعامیہ قاسم سنٹر، اردو بازار کراچی۔ مکتبہ فاروقیہ نزد جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ لدھیانوی، ۱۸۔ اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی

ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک کراچی — مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔

مکتبہ امدادیہ، ہری پور۔ — مکتبہ امینیہ ہری پور۔

مکتبہ فریدیہ اسلام آباد۔ ملت پبلی کیشنز اسلام آباد۔

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی۔ — الخلیل پبلیشنگ راجہ بازار راولپنڈی

ادارہ اشاعت الخیر بوہڑ گیٹ ملتان۔ — کتب خانہ مجیدیہ ملتان

مکتبہ حسینیہ بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد

کمپوزنگ: مولانا محمد ہاشم +92-300-679-2993 mhashim1992@gmail.com

ڈیزائننگ: مبشر کلیم خان +92-331-700-5399 mubasherkaleem@gmail.com

محترم قارئین! اپنی بساط کے مطابق بھرپور توجہ سے پروف ریڈنگ کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہے پھر بھی انسان کمزور ہے اور غلطی کا امکان موجود ہے۔ قارئین مطلع فرمادیں تو آئندہ درستگی ہوسکتی ہے۔ (ادارہ)

سیر کرو زمین کی اور دیکھو (القرآن)

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

پیش لفظ

اپریل 2014ء میں جمعیت علماء ہند کی دعوت پر پاکستان کے ممتاز علماء کرام کا ایک نمائندہ وفد ہندوستان گیا وفد کی قیادت حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتھم العالیہ فرما رہے تھے۔ جبکہ منتظم برادر محترم حضرت مولانا مفتی مظہر شاہ اسعدی دامت برکاتھم العالیہ تھے، احقر کو بھی اس وفد کا حصہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ سفر نہایت رقت آمیز مطالعہ خیز اور معلومات افزاء کے ساتھ روحانیت بخش بھی تھا آج تک اس سفر کی لذت محسوس ہو رہی ہے احقر نے اس سفر کے احوال کو سفر میں ہی نوٹ کرنا شروع کر دیا تھا، نیز اس سفر کے حدی خوان حضرت المرشد الشیخ حکیم العصر مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہات بھی حاصل رہیں، حضرت کی ہدایت پر کچھ علمی باتیں سپرد قلم کیں۔

یہ سفرنامہ ''آباء کے دیس میں'' کے نام سے طبع ہوا، حضرت ؒ نے خاص مقامات میں اضافہ کا حکم فرمایا تھا، بحمد اللہ اس کلمے کی تعمیل حضرت کی حیات طیبہ میں تو نہ ہو سکی لیکن حضرت کی وفات کے بعد اب ہوئی ہے۔ سفرنامہ دلچسپ معلومات افزاء اور اکابر کی محبتوں سے عبارت ہے۔ دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے

الصواب من اللہ والخطاء منی

اللہ تعالیٰ قبول منظور فرمائے۔

والسلام

(مولانا) زبیر احمد صدیقی

کچھ اپنے متعلق

زبیر احمد صدیقی بن مولانا رشید احمدؒ بن مولانا عبدالخالقؒ بن الٰہی بخش بن احمد بخش نام ونسب ہے۔آباءواجداد کا وطن اصل بستی ملنے والے موضع جلال پور کھاکھی تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان ہے۔میرے جدِّ امجد مولانا عبدالخالقؒ اور ان کے چچازاد مولانا غلام سرور ملنے والویؒ دونوں متبحر علمائ،مشائخ اول الذکر صوفی بزرگ اور ثانی الذکر شیریں زباں خطیب تھے۔دونوں ہم درس،ہم نوالہ،ہم پیالہ بزرگ اور یارِ غار تھے، ابتداء سے انتہاء تک اکھٹے علم حاصل کیا۔دونوں بزرگ مدرسہ نعمانیہ ملتان،دین پور ضلع رحیم یارخان،دیوان محمد والا ضلع ڈیرہ غازی خان زیر تعلیم رہنے کے بعد دورہ حدیث شریف کے لیے مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور 1937ء میں دورحدیث شریف کیا۔

جدِّ امجد مولانا عبدالخالقؒ کی شادی غالباً زمانہ تعلیم میں ہوگئی تھی۔1933ء میں والد محترم مولانا رشید احمدؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔آپ نے بہلی شریف تحصیل جلالپور پیروالا،جھوک وینس، مخدوم عالی،قاسم العلوم ملتان اور دارالعلوم کبیروالا میں حصولِ علم کے بعد 1958ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون کراچی سے فارغ ہوئے۔فراغت کے بعد مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں تدریس کا آغاز فرمایا۔یہیں پر ہی 1960ء میں دوسری شادی الحاج غلام یٰسین مرحوم کی بڑی صاحبزادی (والدہ محترمہ) سے ہوئی۔شادی کے چھ سال بعد 1966ء میں برادرِ اکبر مفتی محمد ارشد کی ولادت ہوئی۔احقر کی ولادت 6 ستمبر 1969ء بمطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ بروز ہفتہ علی الصبح ہوئی۔حضرت والد گرامیؒ نے نام کے لیے اپنے استاذ ومربی قطب الارشاد مولانا محمد عبداللہ

بہلویؒ سے مشورہ فرمایا تو آپ نے "زبیر احمد" نام کی تجویز فرمائی۔ حضرت بہلویؒ نے ہی تحنیک و دعا سے نوازا۔ والدہ محترمہ راوی ہیں کہ ہم دونوں بھائیوں کو وقتاً فوقتاً حضرتؒ کی خدمت میں لایا جاتا، حضرت دعاؤں سے نوازتے۔ حضرت نے احقر کو ایک مرتبہ ایک روپیہ مرحمت فرمایا تھا اور اس زمانہ میں ایک روپیہ کی قدر و منزلت بہت تھی۔

قاعدہ، پارہ اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ "مدرسہ عربیہ فاروقیہ" شجاع آباد میں استاذ محترم حافظ غلام فرید ڈیروی مدظلہ سے پڑھا۔ حفظ قرآن کریم حافظ محمد طاہر مرحوم کے پاس شروع کیا۔ چار پارے حفظ کیے تھے کہ ٹائیفیڈ بخار کا حملہ ہوا۔ بخار طویل ہوتا گیا، کم و بیش ایک ماہ سے زائد عرصہ اس بخار میں گزر گیا۔ ہمارے والد محترم کے قدیم رفیق دوست جناب ڈاکٹر ادریس احمد صدیقی کا شہر میں مصروف ترین کلینک تھا، شہر میں اس وقت صرف دو پرائیویٹ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا علاج جاری رہا بحمد اللہ بخار ٹوٹ گیا لیکن ڈاکٹر صاحب نے حفظ قرآن سے منع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب کے روکنے کی وجہ سے احقر اس دولت سے محروم ہو گیا، جس کا افسوس تا حیات رہے گا۔ چھوٹی عمر میں ناظرہ قرآن کریم ختم ہو گیا۔ 9 سال کی عمر میں کتب فارسی اور سکول کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ میری فارسی کے اساتذہ حضرت مولانا غلام محمد ڈیروی مدظلہ، والد محترم مولانا رشید احمدؒ، حضرت مولانا محمد صدیقؒ اور حضرت مولانا عبد الحمید صاحب مدظلہ ہیں۔ میرے پرائمری سکول اور فارسی پڑھنے کا عرصہ تین سال ہے۔ 1983ء میں پرائمری مکمل کی۔ 1982ء میں ہمارے استاذ مولانا قاری صدر الدینؒ کی مدرسہ میں بطور مدرس تقرری ہوئی تو یہ صرف کا سال تھا، حضرت قاری صاحبؒ امام الصرف والنحو مولانا اشرف شادؒ کے تلمیذ خاص، ہمارے مدرسہ کے لیے ان کا انتخاب تھے،

قاری صاحبؒ سے صرف ونحو پڑھی۔ حضرت والد صاحبؒ نے تعلیم کی ترتیب ایسی رکھی تھی کہ وقت تعلیم میں صرف ہو، ضائع نہ ہونے پائے۔

ہم دونوں بھائیوں کے لیے اوقات تقسیم یوں تھی بعد نمازِ فجر سبق درس نظامی پڑھ کر ناشتہ کے لیے گھر آنا ہوتا، پھر سکول۔ سکول سے واپس گھر کھانا کھا کر مدرسہ بعد از ظہر دو سبق پڑھتے۔ مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد کا کچھ وقت مدرسہ میں گزارتے اور پھر گھر آ کر سکول کا کام کرتے، یوں بحمد اللہ دونوں تعلیمات عصری و دینی اکٹھے چلتی رہیں۔ چنانچہ 1985ء میں میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تو ساتھ رابعہ تک تعلیم مکمل ہوئی۔ احقر نے میٹرک کے امتحان کی تیاری صرف تین ماہ میں کی۔ میٹرک کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ خامسہ میں داخل ہوئے۔ میٹرک کے نتیجہ آنے پر سکول کے اساتذہ اور والد صاحب کے رفقاء نے مزید عصری تعلیم جاری رکھوانے پر اصرار فرمایا، تو واپس شجاع آباد بلائے گئے اور کالج میں داخل ہو گئے اور حسب ترتیب سابق دونوں تعلیمات ساتھ ساتھ جاری رہیں۔ 1987ء میں درجہ خامسہ مکمل ہوا اور دو سال میں اس درجہ کی کتب مکمل ہوئیں اِدھر ایف۔ اے ہو گئی۔ شعبان رمضان حافظ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں دورہ تفسیر کے لیے حاضری دی۔ دورہ تفسیر کا اکثر حصہ حضرت مولانا شفیق الرحمان درخواستی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا اور چند اسباق حضرت درخواستیؒ سے پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اگلے سال درجہ سادسہ و سابعہ اکٹھے جامعہ مخزن العلوم خان پور میں پڑھے۔ درجہ سادسہ کے وفاق المدارس کے امتحان میں درجہ ممتاز میں کامیابی حاصل کی۔ آئندہ سال 1988ء میں دورہ حدیث کے لیے جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد حاضر ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمدؒ سے صحیح بخاری، جامع ترمذی اور صحیح مسلم کا کچھ حصہ پڑھا۔ صحیح بخاری ثانی وسنن ابی داوٗد مولانا سید نذیر احمد شاہ بخاری سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ 1989ء میں دورہ حدیث سے فراغت ہوئی۔

تدریس کا پہلا، دوسرا سال جامعہ اشرفیہ مان کوٹ حضرت مولانا اشرف شادؒ کے ساتھ گزارا، یہی میری تدریسی، انتظامی تربیت کا عرصہ تھا۔ دو سال بعد اپنے والد محترمؒ کے ادارہ مدرسہ عربیہ فاروقیہ میں بطور مدرس حاضری ہوئی اور تا حال یہ سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے۔ بحمد اللہ احقر کو ۱۸ سال کی عمر میں تدریس شروع کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اصلاحی تعلق بالترتیب حضرت مولانا قاری شہاب الدین سرگودھوی، حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہؒ بعد ازاں حضرت حکیم العصر شیخ الحدیث مولانا عبد المجید لدھیانویؒ سے رہا۔ اگرچہ دیگر بزرگوں کی صحبت بھی میسر رہی تاہم حضرت حکیم العصرؒ نے کمال اعتماد کا اظہار فرماتے ہوئے اجتماع میں اعلانیہ اجازت وخلافت سے نوازا۔

مدنی مسجد شجاع آباد، کرنال مسجد، قاسم بیلہ ملتان، مسجد معاویہ شجاع آباد، مدنی مسجد تھانہ چوک اور جامع مسجد الرشید میں خطابت کی سعادت حاصل رہی۔ 1995ء میں تحریک ناموس صحابہؓ میں تقریباً سوا ماہ اسیری اور 1996ء میں تین سال طویل علالت کا عرصہ گزارا۔ عرصہ ۸ سال سے وفاق المدارس کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔ جمعیت علماء اسلام سے تعلق وراثت میں ملا اور بحمد اللہ یہ تعلق قائم ہے۔ 1999ء میں حضرت والد صاحب کی وفات کے بعد اہتمام کی ذمہ داری سونپی گئی اور 2008ء میں دورہ حدیث کی ابتداء ہونے پر خدمتِ حدیث کا شرف نصیب ہوا۔ تقریباً ۱۳ مرتبہ حرمین شریفین حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ خاتمہ بالایمان فرمائے۔ آمین

دارالعلوم دیوبند

کہنے کو تو یہ بھی ایک دینی مدرسہ ہے۔ اس مدرسہ میں بھی شب و روز قال اللہ وقال رسول اللہ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ دیکھنے کو تو یہ بھی وارثانِ صفہ کی ورودگاہ ہے، جہاں عاشقان علوم نبوت روکھی سوکھی کھائے، پیوندزدہ لباس پہنے، چٹائی اور ٹاٹ پر مسند نشین دنیا کے بکھیڑوں سے الگ تھلگ فکرِ معاش اور نان شبینہ کے اندوہناک و غمناک کرب سے آزاد مرضی حق اور عشق نبی برحقؐ کی جستجو میں صبح و شام اور دن رات تحصیل علوم نبوت میں سرمست اور نشہ عشق و محبت میں شرابور رہتے ہیں۔

یہ ایک تربیت گاہ ہے جہاں دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی فکر، دنیا و اہل دنیا سے اعراض، توجہ الی اللہ و توکل علی اللہ۔ اسباب پر نظر کی بجائے مسبب الاسباب کی جانب دھیان، معاصی سے اجتناب اور تقویٰ و پاکیزگی، تکبر کی بجائے تواضع، خودغرضی کی بجائے ایثار، حسد کی بجائے خدمت، ریاکاری نہیں اخلاص، نیکی کا اظہار کم اخفاء زیادہ، انسانیت پر رحم، اہل اسلام کی خدمت، اللہ کی مخلوق پر شفقت، باہمی مودت، الفت، محبت

اور پیار کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں شب و روز عشق نبیؐ، احترام انبیاءؑ ورسلؑ، عدالت صحابہؓ واہل بیتؓ، عظمت اولیاء و علماء کے جام بھر بھر کے پلائے جاتے ہیں۔ یہاں علم وتحقیق کے جوہر نکالے اور بانٹے جاتے ہیں۔ امت کی ہمہ جہت راہنمائی کا فریضہ سر انجام دیا جاتا ہے۔ حفاظتِ دین، اشاعت قرآن وسنت، علوم عالیہ، تفسیر، حدیث، فقہ اسلامی، علوم آلیہ، منطق، فلسفہ، ریاضی اور الجبرا کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مدرسہ ہی تو ہے جو دشمنان اسلام کی فکری یلغار کے سامنے سد سکندری بن کر حفاظت دین اسلام کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔ جہاں دشمنان اسلام کے اعتراضات کے جوابات کے ساتھ دانت کھٹے کیے جاتے ہیں۔ لیکن دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور یوپی، ہندوستان صرف ایک مدرسہ ہی تو نہیں بلکہ ایک فکر، ایک تحریک، ایک تنظیم، اسلام واہل اسلام کی قیادت، انسانیت کی سیادت، قیام عدل، نجات ظلم، حریت فکر، آزادیٔ وطن، استبداد و استعمار کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا نام ہے۔

دینی مدارس صدیوں سے دنیا بھر بالخصوص برصغیر میں اپنا مضبوط وجود ونظام رکھتے ہیں۔ سترہویں صدی میں سفید چمڑی اور سیاہ دل والے یورپین، تاجر بن کر ہندوستان آئے اور غاصب بن کر ہندوستان پر چھا گئے۔ سور خور، درندہ صفت، سفاک، انسانی لبادہ اوڑھے درندہ انگریز نے احسان فراموشی، نمک حرامی کرتے ہوئے نہ صرف حکومت وقت کو تاراج کیا بلکہ باشندگان ہند بالخصوص والیان ہند مسلمانوں کی معیشت، سیاست، معاشرت، تمدن، مذہب، ثقافت، تعلیم، زبان، سبھی پر دھاوا بول دیا۔ مقامی صنعت تباہ کر دی گئی۔ جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ روزگار چھین لیے گئے۔

شاہوں کو گدا اور امراء کو دربدر کر دیا گیا۔ ریاستوں کی خودمختاری سلب ہوئی۔ کاسہ لیسوں، خوشامدیوں، مخبروں اور انگریز کے بوٹ پالش کرنے والوں کو چھینی ہوئی جاگیروں سے نواز دیا گیا۔ علماء جلاوطن، پابند سلاسل اور گولیوں کا نشانہ بنائے گئے۔ نظام تعلیم کو ختم کر کے چھوڑ دیا گیا۔ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی اور طعن و تشنیع کا بازار گرم کر کے عیسائیت کا پرچار شروع کیا گیا۔ عیسائی مبلغین و مناظرین کو درآمد کر کے سگ آوارہ کی طرح گلی محلہ میں چھوڑ دیا گیا۔ جن کا کام تشکیک پیدا کرنا، ایمان سلب کرنا اور مرتد بنانے کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا؟ مغربی نظام تعلیم کو ترویج دے کر اعلان کیا گیا کہ اس نظام تعلیم سے ایسے افراد پیدا ہوں گے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی لیکن فکر و ذہن کے اعتبار سے انگلستانی (مغربی) ہوں گے۔ انہی جذبات کا اظہار اس نظام تعلیم کے بانی لارڈ میکالے نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں کیا تھا۔ یہاں کی سرکاری زبان فارسی یکسر ختم کر کے انگلش کو ترویج دی گئی۔ زبان کے ساتھ ساتھ مغرب کی ثقافت بھی درآمد کر کے مسلط کی گئی۔ لباس، طرز بود و باش اور رہن سہن کے طریقے بھی نئے لائے گئے۔ الغرض ہندوستان کے انسان کو غلامی کے طوق میں جکڑ کر مذہب سمیت بنیادی حقوق میں نہ صرف مداخلت کی گئی بلکہ استحصال بھی کیا گیا۔

اہل اسلام کے عظیم ترین مرکز، مرکز شاہ ولی اللہؒ، مدرسہ رحیمیہ پر پابندی لگ گئی تو قافلۂ شاہ ولی اللہی کے بچے کھچے خدا ترس، مخلص، دین و مذہب کے خدام، حریت وطن کے علمبردار، علم و تقویٰ کے امام، جہاد و تزکیہ کے پیشوا چند مقدس شخصیات نے بجائے ہتھیار ڈالنے کے ملک و ملت اور دین و مذہب کی بقاء کی ٹھان لی۔ اس مقصد

کے لیے طویل سوچ وبچار، استشارہ واستخارہ، دعا وزاری کے بعد ضلع سہارنپور کے قصبہ دیوبند میں مؤرخہ 31 مئی 1866ء بمطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ چھتہ کی جامع مسجد میں ایک انار کے درخت کے نیچے قائم ہوا۔ نہ درسگاہیں، نہ رہائش گاہیں، نہ کھیل کا میدان، نہ سبزہ زار، بس سادگی اور خلوص کے ساتھ بغیر چھت کے مسجد ہی میں قائم کر ڈالا۔ اس مدرسہ کی تاسیس کے اغراض ومقاصد اس کے کارناموں سے عیاں ہیں۔ بانیان دارالعلوم دیوبند ظاہر میں تو حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت حاجی عابد حسینؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہم تھے۔ لیکن در حقیقت یہ بہت سے خدا ترس، شب بیدار صاحب علم اصحاب زہد کی دیرینہ خواہش اور دلوں کی دھڑکن تھی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو مکہ مکرمہ میں حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے قیام دارالعلوم کی اطلاع دی تو فرمایا: ’’تم نے دارالعلوم قائم کیا، ہم نے جو عرصہ دراز سے شب وروز اہل ہند کی دستگیری کی دعائیں مانگیں وہ کہاں گئیں؟‘‘ حاجی صاحب کے اس جملے سے جہاں دارالعلوم کے بانیان کا پتہ ملتا ہے وہاں دارالعلوم کے قیام کی غرض بھی نمایاں ہوتی ہے۔

قائم ہونے والا یہ مدرسہ ’’مدرسہ عربیہ دیوبند‘‘ تھا جو مستقبل میں دارالعلوم دیوبند کہلایا۔ اس مدرسہ نے نہ صرف اہل ہند کو انگریز کے ہاتھوں غصب شدہ متاع اور عظمت رفتہ واپس دلائی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا بھر کے مظلوموں، مجبوروں، مقہوروں کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔ تحفظ اسلام اور اسلامی تہذیب وتمدن، مشرقی روایات کو بھی زندہ وتابندہ رکھا۔ دارالعلوم کی خدمات کو ان مختصر سے صفحات پر نقل کرنا ممکن نہیں تاہم

چند خدمات کا تذکرہ بطور نمونہ کے ذکر کیا جارہا ہے۔

۱)...... دارالعلوم کے قیام کی برکت سے نہ صرف یہ کہ برصغیر میں اسلام کی حفاظت وخدمت کا حق ادا ہوا بلکہ اسلام کے خلاف مغربی یلغار، ہندو انتہا پسند تحریکوں اور تنظیموں کے وار بھی خطا ہو گئے۔ نہ صرف عیسائی مبلغ پیٹر فنڈر کی عوام الناس کو مذہب سے برگشتہ کرنے کی تحریک کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہاتھوں زک پہنچی بلکہ بعدازاں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے ہاتھوں "مناظرہ الہ آباد" میں شکست فاش بھی ہوئی۔ سوامی دیانند کی "آریہ سماج" اور سوامی شردھانند کی "شدھی" جیسی تحریکیں بھی دم توڑ کر رہ گئیں۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور اکابرین دیوبند نے دشمنان اسلام کے اعتراضات کے مدلل ومسکت جوابات دے کر اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دیا۔ دیوبندی مناظرین نے اپنے فن علمِ مناظرہ اور علم کلام کے ذریعے ایسے بدباطن لوگوں کو شکست فاش دے کر ہمیشہ کے لیے اسلام کی سربلندی کا سامان پیدا کر دیا۔

۲)...... حفاظت اسلام کے ساتھ ساتھ احیائے سنت اور ترکِ بدعت کا شرعی فریضہ بھی دارالعلوم کے فیض یافتگان کی بدولت خوب ادا ہوا اور بحمد اللہ ہو رہا ہے۔ واضح رہے کہ دیوبند کوئی فرقہ یا گروہ نہیں، بلکہ چودہ سو سال سے متوارث اور منقول افکار ونظریات "اہل السنت والجماعت" کا نام ہی دیوبند ہے۔ علمائے دیوبند نے اہل السنت والجماعت کے حقیقی مزاج ومذاق، نظریات وافکار کو متعارف کرایا اور سند متصل کے ساتھ علم وفکر کی ترویج کی۔ ان کی سند امام شاہ ولی اللہؒ سے جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے۔علمائے دیوبند دراصل امام شاہ ولی اللہؒ اوران کے لائق ترین فرزندوں کے حقیقی وارث اور ترجمان ہیں جو انہیں کے فیض یافتگان اور تلامذہ ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں کی فکرو درد کے امین ہیں۔ان کے عقائد ونظریات بعینہ وہی ہیں جو امام شاہ ولی اللہؒ،شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ،شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ،ملا علی قاریؒ،حافظ بدرالدین عینیؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہیں۔دیوبندی علماء فروع میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور اصول میں شیخ ابومنصور ماتریدیؒ اور اشاعرہ کے پیروکار ہیں۔اہل دیوبند نے رسوم و بدعات اور سنتوں کو الگ الگ کر کے قوم کو اتباع رسولؐ اور بدعات سے اجتناب کا جذبہ عطا کیا۔

۳)......دارالعلوم دیوبند نے تحفظ عقائد کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث،فقہ اسلامی اور علوم نبوت کے احیاء و بقاء اور حفاظت کا فریضہ بھی بخوبی انجام دیا۔وہ جملہ علوم وفنون جو صدیوں سے برصغیر میں پڑھائے جارہے تھے اور انگریز کے استبداد وجبر کی نحوست سے بند کردیے گئے تھے ایک بار پھر پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ کیے گئے اور دارالعلوم سے یہ سلسلہ دنیا بھر میں منتقل ہو کر اب علوم نبویہ کی اشاعت کی ایک عالمگیر تحریک بن چکی ہے۔احیائے علوم نبوت کی برکت سے عقائد اسلام،اسلامی ثقافت، سیرت نبویؐ،تاریخ اسلامی اور مسلمانوں کا عہد درخشاں سبھی محفوظ ہو گئے۔دین ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحریفات،تاویلات فاسدہ اور انتحالات باطلہ سے محفوظ ہوگیا۔اس سب کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا مبارک زمانہ ایک بار پھر عود کر آیا۔اکابرین دیوبند نے عربی، فارسی،اردو،ہندی،سندھی،پنجابی،انگریزی الغرض دسیوں زبانوں میں تفسیر،حدیث،

فقہ، اصول فقہ، علم بلاغت، علم کلام، اصول فقہ، علم و صرف و نحو، علم منطق و فلسفہ، علم ادب وغیرہ میں ہزاروں کتابیں تحریر کیں۔ ان اکابرین کی علمی قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تفسیر و حدیث پر لکھی گئی عربی کی ضخیم کتابوں نے دنیا بھر کے اہل علم بالخصوص عرب علما و مشائخ کو انگشت بدندان کر دیا۔ اگر تفسیر و حدیث کی خدمت پر مشتمل علمائے دیوبند کی کتب کی صرف فہرست بنائی جائے تب بھی بیسیوں صفحات درکار ہوں گے۔ ان کی علمی رسوخ کی وجہ سے دنیا بھر کے تشنگان علم نبوت نے سلسلہ دیوبند کے مدارس اور دارالعلوم کا رخ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ دارالعلوم کے قیام کے ابتدائی سالوں میں ہی مکہ مکرمہ سے طلبہ کی آمد شروع ہو گئی تھی۔

۴)...... تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق اور تصوف بھی علمائے دیوبند کا خاص مشن تھا اور یہی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جسے قرآن کریم نے ویزکیھم کے عنوان سے اور حدیث پاک نے ان تعبد اللہ کانک تراہ .... کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہی علمائے دیوبند کی خصوصیت ہے کہ وہ لفظی توحید پرست ہونے کے بجائے حقیقی معنوں میں توحید کی حقیقت کو حاصل کیے روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ بعض اہل عرب نے بھی عقائد اسلام بالخصوص توحید کے تحفظ کا دم بھرا، لیکن وہ روحانیت و تصوف سے الگ تھلگ ہو کر حقیقت توحید سے محروم ہو گئے۔ جبکہ علمائے دیوبند کو حق تعالیٰ نے علم و عمل کے ساتھ روحانیت اور شریعت کے ساتھ طریقت سے بھی مالا مال فرمایا۔ وہ عقیدت کے سلاسل اربعہ کو حق جانتے اور مانتے

ہیں۔ بایں ہمہ وہ اصلاح نفس، اخلاص، اخلاق فاضلہ کے ارتکاب اور اخلاق رذیلہ سے اجتناب کو ضروری سمجھتے ہیں۔ سلاسل کو ان کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مقصود بالذات اور فرض قرار نہیں دیتے۔

۵)...... علمائے دیوبند کا نمایاں امتیاز ان کا مسلک و مزاج اعتدال ہے۔ وہ کسی بھی شعبہ میں انتہاء پسندی کے قائل نہیں۔ علمائے دیوبند عقیدہ توحید کے ساتھ عقیدہ رسالت پر بھی پورا ایمان رکھتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور رسل علیہم الصلوۃ کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ انبیاء علیہم السلام اور مخلوقات سے افضل اور خاتم النبیین مانتے ہیں۔ صحابہ کرام کی عدالت اور اہل بیت کی طہارت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود عصمت کو انبیاء کا خاصہ مانتے ہیں۔ وہ ذات الٰہی پر ایمان رکھتے ہیں، صفات کے بھی منکر نہیں، لیکن حق تعالیٰ کے لیے انسانی صفات بھی ثابت نہیں کرتے۔ وہ اپنے موقف کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنے کے قائل ہیں۔ وہ مسلکی تعصب رکھنے کے باوجود مسلکی تشدد کے خلاف ہیں۔

٦)...... علمائے دیوبند کی برکت سے نہ صرف یہ کہ قوم کو غیر ملکی استبداد سے آزادی نصیب ہوئی بلکہ قوم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غلام سے آزادی کا پختہ سبق بھی نصیب ہوا۔ انہیں علما کی کاوشوں سے انگریز اپنا بوریا بستر گول کرنے پر مجبور ہوا۔ 1857ء کے معرکہ شاملی اور تحریک ریشمی رومال سے لے کر تحریک پاکستان اور آزادی ہند تک ہر مرحلہ پر انگریز کے خلاف یہی علما سینہ سپر نظر آئے۔ انہیں علما نے انگریز کی بنائی ہوئی

کال کوٹھڑیوں کو آباد کیا۔ انہیں کے آباء کو گولیوں سے چھلنی کرکے دریا برد کیا گیا۔ انہیں کو جلاوطن کرکے انتقام کی آگ بجھائی گئی۔ انہیں کو طوق پہنائے گئے۔ انہیں ہی سر بازار تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ انہیں کی قربانیوں کی برکت سے نسل نو کو زندگی نصیب ہوئی۔ بلاشبہ انہیں کے جذبہ حریت نے افغانستان میں روس کے حصے بخرے کیے تو انہیں کے فرزندان کی کاوشوں کی برکت سے امریکا اور اس کے اتحادی افغانستان سے شکست خوردہ واپس جارہے ہیں۔ انہیں کی بصیرت سے پاکستان ایک حد تک غیر ملکی یلغار سے محفوظ رہا اور انہیں کے فرزند دنیا بھر بالخصوص پاکستان میں حفاظت دین وخدمت خلق میں مصروف عمل ہیں۔

۸)...... تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے رحم وکرم پر رہ گئے مختلف حیلوں، بہانوں سے اہل اسلام کا استحصال کیا گیا، مسلمانوں کی اصل قوت ہجرت کرکے پاکستان آگئی، تو ہندوستان میں مسلمانوں کی خدمت، حقوق تحفظ کا بیڑہ دینی راہنمائی کا فریضہ بھی اسی مقدس ادارہ کے متعلقین نے ادا کردیا۔

۹)...... انگریز نے برصغیر پر تسلط کے بعد فرقہ وارانہ آگ سلگائی۔ پرانے اختلافات کو ہوا دینے کے لیے ایک طبقہ کو حضرات صحابہ کرام واہل بیت عظام کی ناموس کو تار تار کرنے پر لگا دیا جبکہ یہی جماعتِ حق ہی امت تک اسلام پہچانے کا ذریعہ ہوئی۔ اس جماعت کی مجروحیت سے اسلام کی عمارت منہدم ہونے کا اندیشہ تھا بنابریں ابناء دیوبند ہند نے تحفظ ناموسِ صحابہ واہل بیت کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر

کے ہندو پاک میں عدالتِ صحابہ کا پرچم لہرایا۔

۱۰)......قیامِ پاکستان کے بعد مقصد پاکستان کی تکمیل کی ضرورت تھی یعنی جس مقصد کے لیے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا یعنی نفاذِ اسلام اس کے لیے تب سے اب تک آئینی، قانونی جدو جہد بھی طبقہ دیوبند کی مرہون منت ہے۔قراردادِ مقاصد، آئین پاکستان کی تشکیل، شریعت بل، تحریک نظام مصطفی وغیرہ تحریکوں کے بانی اور روح رواں بھی یہی طبقہ رہا ہے۔اس لیے اپنے اس مرکز میں حاضری، اپنے اکابرین کی زیارت اور اسلاف کی قبور پر حاضری وسلام کے شرف کے حصول کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔اور دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم، سہارنپور خانقاہ رائے پور، نانوتہ گنگوہ، مدرسہ اجمیر دہلی امرتسر کی سرزمین پر حاضری کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔تو جس کو آج میں کہہ سکتا ہوں۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بہ پائے خود کہ کویت رسیدہ است

عقل و خرد فدائے دل خویشتن کنم
کز جام عشق تو شراب محبت چشیدہ است

مچلتی آرزو

بچپن سے لڑکپن میں داخل ہوتے ہی دیوبند، سہارنپور، سرہند، دہلی، لکھنؤ اور علی گڑھ وغیرہ شہروں کے نام سنے تھے۔ دادا حضورؒ انگلی پکڑ کر اپنے زمانہ طالب علمی کے قصے سناتے، دورہ حدیث شریف کی تعلیم کے لیے کیے گئے سفر دہلی کے احوال بتاتے۔ جب خود زمانہ طالب علمی میں پہنچا تو حضرات اساتذہ کرام کی زبانوں پر اکابرین ہند کے تذکرے مچلتے دیکھے۔ تھوڑے بڑے ہوئے تو امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ جیسے بزرگوں کے حالات سے شناسائی ہوئی۔ ایف اے میں تاریخ کا مضمون اختیار کیا تو کرناٹک، راجپوتانہ، مدراس اور دہلی کے تذکرے و چرچے پڑھنے سننے کو ملے۔ جب سمجھ بوجھ کی سیڑھی پر قدم رکھا تو تحریک شیخ الہند سے جنون کی حد تک لگاؤ ہوگیا۔ اس محبت میں حضرت شیخ الہندؒ اور ان کی تحریک کے جانبازوں کو خوب خوب جاننے کا موقع ملا۔ گردوپیش میں بسنے والے بہت سے احباب کے آبائی

گاؤں اور شہر، جالندھر، لدھیانہ، امرتسر، حصار، کانپور، لکھنؤ اور میوات جیسے علاقوں کا بھی ان کی زبانی صبح وشام ذکر سننے کو ملتا۔ دیوبندی ہونے کے ناطے اکابرین دیوبند سے عقیدت ومحبت اور ان پر اعتماد بھی دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور الحمد للہ ہے۔ اس لیے لڑکپن سے ہی دل میں یہ تمنا مچل رہی تھی کہ اے کاش! ہندوپاک کے نسبی، روحانی، علمی، تاریخی اور جغرافیائی مضبوط تعلق کو تقسیم کرنے والی سرحدوں کی پابندیاں نرم ہوں، تاکہ ہم بھی اپنے آباء کے دیس میں قدم رکھ سکیں۔ اسلام کے آثار کا بنظر خود معائنہ کرسکیں، ان آباء کی قبور مطہرہ پر حاضر ہوکر کسب فیض وبرکات حاصل کریں۔ اے کاش! ہم بھی وہاں سے بلاواسطہ علم کی برکات لوٹیں، جہاں سے ہمارے اساتذہ کرام کے اساتذہ وشیوخ نے پڑھا۔ ایام طفولیت میں والدہ محترمہ "میرا بیٹا دیوبند میں پڑھے گا" کہہ کر لوری دیتیں۔ زندگی کی سنتالیس بہاریں اس آرزو میں گزریں لیکن یہ تمنا بس تمنا ہی رہی۔ جہاں تک میں محسوس کرتا ہوں کہ بچپن سے ہی ارضِ ہند کے بعض مقامات کے لیے جو جذبات دل میں موجزن رہے ان کی ترجمانی ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ "حرمین شریفین کی زیارت کے بعد سب سے بڑی خواہش، سرزمین ہند کے مقدس مقامات کی زیارت کی رہی"۔

ماضی قریب وبعید میں پاکستان کے متعدد علمائے کرام کے وفود ہندوستان گئے۔ ان حضرات کی واپسی پر سرزمین ہند کے احوال سن کر اس آرزو میں اشتعال کی حد تک اضافہ ہوگیا۔ ہماری خوش نصیبی کہ اسی دوران جمعیت علمائے ہند کے بزرگ سربراہ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جانشین، محدث العصر،

نمونہ سلف حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کی ضیافت میں ایک وفد تشکیل پا رہا تھا۔ تجسس و اشتیاق تو پہلے تھا، معلوم ہونے پر فوراً اپنے شیخ و مربی حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ سے رابطہ کیا، جہاں سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ حضرت سے دعاؤں اور توجہات کی درخواست کے ساتھ اپنے مہربان دوست اور وفد کے پاکستانی میزبان، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن و مسئول حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی مدظلہ سے رابطہ کر کے ان کے حکم پر پاسپورٹ اور سفری دستاویز برائے حصول ویزہ ان کی خدمت میں بھجوا دیے۔

اندیشے

حضرت شاہ صاحب مدظلہ اس سفر کے نظم کے ذمہ دار اور حضرت مدنی دامت برکاتہم کے نمائندہ تھے۔ شاہ صاحب نے کچھ روز بعد اطلاع دی کہ ان شاء اللہ 8 مارچ 2014ء بروز ہفتہ ہندوستان روانگی ہو گی۔ اس دوران ان شاء اللہ ویزے لگ کر آجائیں گے۔ 8 مارچ کی روانگی کی تاریخ سے ایک جھٹکا لگا، جس نے اداسی و پریشانی میں گھیر لیا۔ اس پریشانی کا سبب بھی اہم تھا۔ وہ یہ کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے مورخہ 20 مارچ 2014ء کو ملتان میں ”تحفظ مدارس دینیہ و اسلام کا پیغام امن کانفرنس“ منعقد کرنے کا فیصلہ کر کے اس کا منتظم احقر کو مقرر کر دیا تھا...... یہ کانفرنس صوبہ پنجاب کے وفاق المدارس سے ملحق جملہ مدارس و جامعات کے منتظمین، اساتذہ کرام اور طلبہ کے علاوہ عوام الناس اور مسلک اہل السنت والجماعت سے منسلک تمام جماعتوں اور شخصیات پر مشتمل تھی...... اندیشہ یہ تھا کہ اس کانفرنس کا منتظم ہونے کے

ناطے مجھے اکابرین وفاق اس سفر سے منع فرما دیں گے اور میرے لیے سوائے اطاعت کے اور کوئی سبیل نہ ہوگی۔ سوئے اتفاق یا حسن اتفاق کہ ویزوں میں تاخیر کی وجہ سے مقررہ وقت پر سفر نہ ہو سکا اور سردست اس سفر کا پروگرام منسوخ ہونے کی اطلاع ملی۔ لیکن چند ہی روز بعد شاہ صاحب نے فون کر کے اطلاع دی کہ مبارک ہو ویزہ لگ گیا ہے، اور رخت سفر 15 مارچ کو باندھنا ہے۔ میرے لیے یہ اور بھی زیادہ کلفت کا باعث ہوا کہ کانفرنس سے صرف پانچ روز قبل یہ سفر کیسے ہوگا؟ جب کہ کانفرنس بھی ایک بڑے پیمانے پر کرنے کا فیصلہ اور اس کی تیاریاں زور و شور سے شروع کر دی گئی تھیں۔ لیکن ایک مرتبہ پھر نصرت الٰہی نے ساتھ دیا اور وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ نے اس وفد کی بزرگ ترین شخصیت حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ صاحب کو فون کر کے یہ دورہ کانفرنس کے بعد تک موخر کرنے کی سفارش کی۔ چنانچہ سفر کی اگلی تاریخ 5 اپریل طے ہوئی۔ یوں بحمداللہ اس وفد میں شرکت اور سفر کی سعادت مقدر میں آئی۔

مقام صحابہؓ کانفرنس

ہندوستانی سفر کی میزبان جماعت ''جمعیت علماء ہند'' کی دعوت کا اصل سبب جمعیۃ کے زیر انتظام ہندوستان میں بڑے پیمانہ پہ منعقد ہونے والی ''مقام صحابہؓ کانفرنس میں شرکت کرنا تھی، اس کانفرنس میں امام کعبہ بھی شریک ہو رہے تھے۔ اسی بنا پر پاکستان کی چیدہ چیدہ علمی شخصیات کو اس کانفرنس میں شریک کرنے کے لیے نظم

بنایا گیا تھا، لیکن سوئے اتفاق کہ کانفرنس کی تاریخ تک ویزوں کی فراہمی کا سلسلہ مکمل نہ ہوسکا۔ اس کی وجہ بھی ہر خاص وعام کو معلوم ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کے لیے ہندوستان کا ویزہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ شاید اس ویزہ کا حصول امریکہ ویورپ کے ویزہ کے حصول سے بھی مشکل ہے۔ دونوں ملکوں میں باہمی مخاصمت کی وجہ سے ایجنسیوں کی تفتیش وتحقیق اور ہر زاویہ سے اطمینان کے بعد ہی ہندوستان ویزہ جاری کرتا ہے۔ انہیں باریکیوں میں بہت سا وقت ضائع ہوگیا اور کانفرنس کے دن گزر گئے۔ تاہم میزبان جماعت نے کانفرنس کے گزر جانے کے باوجود ہمارے ویزوں کے سلسلہ میں ہونے والی کاروائی کی مکمل پیروی کی۔ قائد جمعیت حضرت اقدس مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم کے اعلیٰ سطحی رابطوں کی بدولت ویزہ کا حصول ممکن ہوا، اور انہیں کی حمایت وضمانت پر ہمیں ویزے مل سکے۔

صحبتِ شیخ

میری سعادت کہ میرے شیخ ومرشد استاذ العلماء حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ نے مجھے فون کرکے حکم دیا کہ سفر ہندوستان کے لیے تم میرے رفیق ہوگے اور مورخہ 14 اپریل 2014ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ سے قبل جامعہ دارالقرآن فیصل آباد پہنچ جاؤ۔ فیصل آباد سے لاہور اکٹھے سفر کریں گے اور مورخہ 15 اپریل 2014ء کو دیگر رفقاء کے ہمراہ واہگہ بارڈر سے ہندوستان روانہ ہوں گے۔ چنانچہ اپنے شیخ کے حکم پر احقر ۱۴ اپریل کو ہی صبح دس بجے فیصل آباد پہنچا۔

حضرت نے اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا قاری محمد یٰسین صاحب مدظلہ کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمن کو ڈائیوو بس ٹرمینل پر احقر کو لینے کے لیے بھیج دیا۔ حضرت جامعہ دارالقرآن میں میری حاضری کے منتظر تھے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد حضرت الشیخ کی معیت میں سفر لاہور شروع ہوا۔ دوران سفر حضرت الشیخ سے بہت سے علمی گوہر حاصل کرنے کا موقع ملا۔ حضرت لدھیانوی قدس سرہ اکابر کے صحیح مزاج شناس، حالات حاضرہ پر گہری نظر اور اعتدال کی راہ متعین کرنے میں مہارت کاملہ رکھتے ہیں۔

دوران سفر حضرت الشیخ قدس سرہ نے چند اہم علمی مباحث اور ملکی حالات پر روشنی ڈالی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں اپنے تجربے سے آگاہ فرمایا کہ "جس نے حضرت کی شان میں گستاخی کی ہے وہ گمراہ ہوا ہے"۔ اس کی چند نظیریں بھی ذکر فرمائیں۔ اسی طرح فرمایا کہ جو لوگ اپنے والدین کے گستاخ اور ایذا رساں ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ مبتلائے ضلالت نہ ہوجائیں، فرمایا کہ عذاب الٰہی کی انتہائی شکل یہ ہوتی ہے کہ بندہ گمراہی کا داعی بن جائے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا بھی ذکر خیر رہا۔ حضرت رائے پوریؒ کے حضرت مدنیؒ کے بارے میں خیالات، احساسات اور جذبات بھی بیان فرمائے۔ ان کا مشہور قول ذکر فرمایا: "جن لوگوں نے قیام پاکستان کے وقت حضرت مدنیؒ کی گستاخی کی تھی ان سے کہتا ہوں کہ وہ حضرت سے معافی مانگ لیں، اس لیے کہ حضرت مدنی ابھی حیات ہیں، ورنہ ایسے لوگ تباہ ہوجائیں گے۔" حضرت رائے پوریؒ کا ایک تاریخی جملہ نقل فرمایا: "بانیان پاکستان نے تو صرف جغرافیہ پڑھا ہے، ہم نے مجوزہ طور پر تقسیم

ہونے والے تمام علاقہ جات کا مشاہدہ کیا ہے، اگر اسی طرح پاکستان بنا تو پاکستان میں پانیوں کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا۔"

میں نے دوران سفر حضرت سے عرض کیا کہ اپنی تصنیفات وتالیفات کے کچھ سیٹ ہمیں دیوبند کے کتب خانے کے لیے لے جانے چاہئیں۔ اس پر مسکرا کر فرمایا کہ: !شیخ سعدی مرحوم نے جب اپنی کتاب "بوستان" لکھی تو شیراز جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے شیراز میں "بوستان" لے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ میرے لیے یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی ہندوستان جاتے ہوئے سرخ مرچ لے جائے۔ جمعہ کے قریب ہم بحمداللہ حضرت اقدس مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب" کی خانقاہ پہنچ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی احقر کو سردی کے ساتھ بخار ہوگیا۔ گذشتہ کئی روز کے مسلسل تبلیغی اسفار کی وجہ سے تھکن اس پر مستزاد تھی، آج صبح ساڑھے تین بجے سے شروع ہونے والے سفر نے اپنا رنگ دکھایا، بخار کے ساتھ پیٹ کا عارضہ بھی ہوگیا۔ جمعہ کے بعد حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ کے تلمیذ رشید اور ہمارے اس سفر میں حضرت کے خادم عزیزی مولوی محمد احمد کے والد مولانا عبیداللہ صاحب اپنے گھر لے آئے۔ رات بھر طبیعت خراب رہی۔ احقر اپنے صبح کے سفر کے بارے میں نہایت فکرمند رہا۔ لیکن خرابی طبع کے باوجود سفر کا عزم بالجزم کرلیا۔

5 اپریل 2014ء بروز ہفتہ

حسب پروگرام ہم سب کو صبح 9 بجے واہگہ بارڈر پہنچنا تھا۔ نماز فجر کے بعد

طبیعت کی ناسازی کی بنا پر احقر تو بیٹھک میں جا کر محوِ استراحت ہو گیا۔ ہمارے حضرت نماز فجر کے بعد سونے کو پسند نہیں فرماتے۔ وہ اپنے معمولات میں مصروف رہے۔ آٹھ بجے کے بعد ناشتہ سے فراغت ہوئی اور سفرِ ہندوستان کے لیے تیاری پکڑی۔ جامعہ خالد بن ولید وہاڑی کے شیخ الحدیث اور مہتمم حضرت مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ حضرت الشیخ قدس سرہ کے شاگرد اور محب و محبوب ہیں۔ وہ حضرت کو واہگہ بارڈر تک چھوڑنے کے لیے تشریف لائے۔ صبح بحمداللہ ہم لوگ اپنے میزبان مولانا عبیداللہ صاحب، حضرت کے دونوں خادمین مولوی محمد احمد، محمد سعد اور حضرت مولانا محمد ظفر قاسم کے ہمراہ واہگہ بارڈر پہنچے۔ یہاں پہلے سے ماشاءاللہ چوبیس افراد پر مشتمل قافلہ موجود تھا۔

رفقاءِ سفر

وفد میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ کے علاوہ وفد کے پاکستانی میزبان مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی، بمعہ صاحبزادگان مولانا محمد اسعد، محمد احمد سلمہ و اہل خانہ، حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ، مولانا عبیداللہ خالد صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کراچی، مولانا حسین احمد پشاور، مولانا خلیل احمد کراچی، قاری محمد ادریس ہوشیارپوری، مولانا صفی اللہ بھکر، مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی، مولانا عزیز الرحمن رحمانی، مولانا حماد خالد کراچی، مفتی شیر عالم، مولانا شیر جان زیارت، مولانا قاضی ارشد الحسینی، مفتی لئیق خان، مفتی محمد نعیم، راقم الحروف، بزرگوں کے خادمین محمد احمد لاہوری اور مولانا ضیاء الرحمن

شامل تھے۔ ہم لوگ پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً 10 بجے واہگہ ٹرمینل میں داخل ہوئے۔

واہگہ عبور کرتے ہوئے

واہگہ ٹرمینل پر پاکستانی حکام امیگریشن کا عمل کرتے ہیں اور یہاں سے "باب آزادی" کے راستے سرزمین ہندوستان میں داخل ہونا ہوتا ہے۔ جبکہ ہندوستان کی امیگریشن قریبی شہر "اٹاری" میں ہوتی ہے۔ واہگہ ٹرمینل پر بدانتظامی اور حکومتی نااہلی کی انتہا دیکھنے کو ملی۔ یہاں نہ تو پینے کا پانی میسر تھا اور نہ ہی باتھ روم میں تقاضائے بشری کے لیے پانی کا نام ونشان۔ ہندوستانی مہمان اور پاکستانی مسافر بھی امیگریشن کے لیے یہیں آتے ہیں۔ گویا یہ پاکستان سے جانے والوں کے لیے الوداعیہ اور پاکستان آنے

والے کے لیے استقبالیہ مقام ہے اور یہاں بنیادی ضرورت عنقا ہے۔ سامان کے لیے دستی ٹرالیاں بھی موجود نہیں، ہمیں حضرت شیخ لدھیانوی ؒ کے لیے وہیل چیئر کی ضرورت پیش آئی تو وہ بھی مفقود تھی۔ گویا کہ واہگہ ٹرمینل آنے جانے والوں کو پاکستانی افسران اور حکومتی اہلکاروں کی نااہلی کی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ واہگہ بارڈر عبور کرتے ہوئے "باب آزادی" سے جانبِ ہند پیدل ہی روانہ ہوئے۔ "باب آزادی" سے چند قدموں کے فاصلے پر "باب ہند" ہے۔ باب آزادی پر پاکستانی پرچم اور نیچے تصویرِ قائد اور اس کے دائیں بائیں "پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا قدیمی نعرہ مرقوم ہے۔ جبکہ ہندوستانی دروازے پر ہندوستانی پرچم اور اس کے نیچے گاندھی جی کی تصویر آویزاں ہے۔ ہاتھوں میں سامان اٹھائے اس دروازے کو عبور کرتے کرتے ہمارا براحال ہوگیا۔ تاہم دروازہ پار کرتے ہی امیگریشن کی ہندوستانی بس کا عملہ پہلے ہی سے ہمارے انتظار میں تھا۔ غالباً جمعیت علمائے ہند کے ذمہ داران نے امیگریشن عملہ اٹاری سے رابطہ کر کے ہماری سہولت کے لیے ایک بس مختص کرائی تھی۔ انہوں نے فوراً ہمارا سامان بس میں رکھا اور ہم بس میں سوار ہو کر اٹاری کی جانب روانہ ہوئے۔

امیگریشن اٹاری کا رویہ

اٹاری لاہور سے تقریباً 30 کلو میٹر اور واہگہ سے تقریبا 2 کلو میٹر کے فاصلے پر ہندوستان کے صوبہ پنجاب کا آخری شہر ہے۔ اٹاری میں ہندوستان کا امیگریشن سنٹر اور ٹرمینل ہے۔ ہم لوگ یہاں پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً 11 بجے پہنچ گئے۔

یہاں امیگریشن میں تقریباً اڑھائی گھنٹے کا وقت صرف ہوا۔ سندھ سے ہندوستان جانے والے ہندوؤں کے 100 رکنی وفد کی امیگریشن حائل ہونے کے باعث تاخیر ہوئی۔ امیگریشن عملہ، کسٹم حکام اور ہندوستانی بیوروکریسی کا طرزِ عمل بھی پاکستانی افسران سے مختلف نہیں ہے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ پورے برصغیر میں انگریز کے ہمہ قسم اثرات جوں کے توں باقی ہیں۔ لوگوں کو پریشان کرکے تعاون نہ کرنے کا انگریزی مزاج آج بھی برطانیہ میں موجود ہے۔ اسی کا عکس ہندوستان اور پاکستان میں پورا پورا نظر آتا ہے۔ ہمارے ساتھ لائن میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی سمیت کئی ایک بزرگ تھے۔ کم و بیش ایک گھنٹہ تک ہمارے ساتھ ساتھ ان بزرگوں کو بھی لائن میں کھڑا ہونا پڑا۔ اس مصیبت سے خلاصی ہوئی تو سامان کی سکریننگ اور کسٹم عملہ سے واسطہ پڑ گیا۔ کسٹم والوں نے ہمارے سامان کے ساتھ ایسا غیر شریفانہ طرز اپنایا کہ الامان والحفیظ۔ ہر ایک کے تمام سامان کی سکریننگ کے باوجود مکمل سامان کھلوا کر ایک ایک چیز الگ دیکھی، کارٹن پھاڑ دیے، پیک شدہ اشیاء کی پیکنگ اتار دی گئی، گویا یوں لگ رہا تھا کہ پاکستان سے آنے والے غریب مسافروں کے سامان کا فوجی آپریشن ہو رہا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ سب کچھ رعایت کے باوجود ہوا۔ کیونکہ جمعیت علمائے ہند کے مرکزی رہنما شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا سید اسجد مدنی دامت برکاتہم ہمارے استقبال کے لیے بمعہ اپنے احباب اٹاری پہنچے ہوئے تھے۔

جمعیت علمائے ہند کا پہلا استقبال

حضرت مولانا سید اسجد مدنی نے امیگریشن ہال میں تشریف لا کر پورے وفد سے ملاقات کی اور خوش آمدید کہا۔ دفتری کارروائی کی تکمیل پر ہم لوگ باہر نکلے، یہاں جمعیت علمائے ہند کی گاڑیاں پہلے سے موجود تھیں۔ جمعیت کے اکابر علمائے کرام بھی استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ٹرمینل سے باہر ہندوستان کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے جمعیت علمائے ہند، جمعیت علما پنجاب، مجلس احرار اسلام اور ختم نبوت کے رضا کاروں کی ایک بڑی تعداد ہمارے انتظار میں تھی، ان حضرات نے اپنے مہمانوں کا پرتپاک استقبال کیا۔ سب نے مصافحہ کیا اور دعاؤں کی درخواست کی۔ حضرت مولانا سید اسجد مدنی کی زیر قیادت امرتسر کی جانب روانہ ہوئے۔ امرتسر جانے کے لیے جمعیت علمائے ہند کی جانب سے ائیر کنڈیشنڈ، آرام دہ کوسٹرز کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہر گاڑی میں خدمت و رہنمائی کے لیے ذمہ دار زعماء موجود رہے۔

راستے میں ہندوستانی پنجاب کی ہریالی، گندم کے کھیت، آموں کے باغات اور سبزہ چاروں جانب خوب خوب نظر آیا۔ یاد رہے کہ پنجاب ہندوستان کا زرعی لحاظ سے نہایت ہی زرخیز صوبہ ہے۔ حکومت ہندوستان نے یہاں کے کاشتکاروں کو ٹیوب ویل کے لیے روزانہ مخصوص اوقات میں مفت بجلی فراہم کی ہوئی ہے۔ تقسیم سے قبل بھی پنجاب ایک زرعی پیداوار مہیا کرنے والا صوبہ تھا اور تقسیم کے بعد دونوں ملکوں کے پنجاب زرعی پیداوار کے حوالے سے اپنے اپنے ملک کی ضرورت کا وافر حصہ پیش

کرتے ہیں۔ ہندوستانی پنجاب کو اب تین صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے (۱) ہریانہ (۲) ہماچل (۳) پنجاب۔ جبکہ پنجاب کا شہر چنڈی گڑھ دو صوبوں کا دارالحکومت ہے۔ اس کو بھی ایک صوبے کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ پاکستانی پنجاب بھی بلاشبہ بڑا صوبہ ہے۔ اگر اسے بھی حکومت ازخود انتظامی بنیادوں پر تقسیم کر دیتی تو ترقی کی نئی نئی راہیں کھلتیں۔

امرتسر جاتے ہوئے ہماری گاڑی میں موجود رہنمائی کے لیے نوجوان محمد ارشاد نے بتایا کہ وہ مجلس احرار اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ اس نوجوان نے پنجاب کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کیں کہ قدیم پنجاب کی پہلی اکثریتی آبادی سکھ ہے، جبکہ دوسری بڑی آبادی مسلمانوں کی اور تیسری آبادی ہندوؤں کی ہے۔ پنجاب ہی کا ایک شہر "ملیر کوٹلہ" عرصہ قدیم سے مسلمانوں کا گڑھ ہے اور لوگ اس شہر کو "منی پاکستان" کہتے ہیں۔ ہم تقریباً دو بجے امرتسر کے لیے روانہ ہوئے اور پونے تین بجے امرتسر پہنچے۔

امیر شریعتؒ کے شہر میں

ہم امرتسر کے ہال گیٹ سے بازار میں داخل ہو کر یہاں کی قدیم تاریخی مسجد "مسجد خیر الدین" پہنچے۔ یہاں میزبانوں کی جانب سے ہمارے لیے طعام اور کچھ دیر قیام کا انتظام تھا۔ جامع مسجد خیر الدین کو متعدد وجوہ سے تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ 1919ء میں امرتسر میں کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا تو اس موقع پر علمائے کرام نے اسی مسجد میں اپنا اجلاس منعقد کیا۔ اسی اجلاس میں جمعیت علمائے ہند کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ گویا کہ یہ عظیم جماعت جس نے مستقبل میں اسلامیان ہندوپاک کی ہمہ قسم

دینی رہنمائی کی، یہیں پر معرض وجود میں آئی۔ یہی وہ مسجد و مدرسہ ہے جہاں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ زیر تعلیم رہے۔ چنانچہ اسی مسجد کے شمالی برآمدے کے بالائی منزل پر حضرت شاہ صاحبؒ کی یاد میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری لائبریری قائم کی گئی ہے۔ امرتسر کے قریب "جلیانوالہ باغ" معروف تاریخی مقام ہے، جہاں آزادیٔ ہند کے متوالوں پر انگریز نے گولی چلا کر قتل عام کیا تھا۔ اس سفاک انگریز قاتل کو امرتسر کے ایک مسلمان جانباز نے جہنم رسید کیا تھا۔ اسی مسجد کے قریب ہی محلے میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیام گاہ تھی۔

امیر شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نام آتے ہی حریت فکر، آزادی وطن، عشق رسول اور تحفظ ختم نبوت کی لا زوال جدو جہد و تحریک کا تصور ذہنوں میں فوراً امنڈ آتا ہے، آپ بلاشبہ بلا کے خطیب، ادیب اور شاعر و سخن طراز تھے۔ فرنگی کے نظام و تمدن سے بغاوت آپ کی پہچان اور حبِ رسول و صحابہ و اہل بیت آپ کا اوڑنا بچھونا تھا۔ قرآن کریم کے زبردست قاری اور تحریک آزادی کے بے مثال مجاہد تھے۔

آپ کے والد محترم مولوی ضیاء الدین احمد اور آبائی علاقہ ناگڑیاں ضلع گجرات تھا۔ تحریک خلافت میں ۱۹۱۸ سے آپ نے عملی جدو جہد کا آغاز فرمایا۔ آپ نے اپنے مسحور کن خطاب کے ذریعے ہندوستان کی پوری قوم میں انگریز کے خلاف آگ لگادی، اسی جرم میں بار بار گرفتار ہوئے۔ اپنی زندگی کے اٹھارہ برس جیل میں گزارے۔ انگریز نے ہمہ قسم ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، لیکن آپ صبر و استقامت کی تصویر بن کر میدان عمل میں ڈٹے رہے۔ ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹا دعوے نبوت ظاہر ہونے پر احرار کے پلیٹ فارم سے اسی مدعی نبوت کے دجل و فریب کا پردا چاک کیا۔ دنیا بھر سے قادیانی فتنہ کے اثر و رسوخ کو ختم فرمایا۔ تحفظ ختم نبوت کی بے مثال جدو جہد پر دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے نہ صرف علماء کی ایک بڑی جماعت میں آپ کو امیر شریعت کا لقب مرحمت فرمایا۔ بلکہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت

بھی فرمائی۔آپ نے مجلس احرار اسلام کے تحت مجلس تحفظ ختم نبوت قائم فرمائی۔تقسیم سے قبل امرتسر میں اور تقسیم کے بعد ملتان میں قیام پذیر ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں ملتان ہی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

چلیانوالہ باغ امرتسر

1919ء میں انگریز فوج نے امرتسر کے مشہور باغ چلیانوالہ میں سفاکیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل عام کیا۔اس سانحہ کو چلیانوالہ باغ: اور قتل عام کو امرتسر کے قتل عام سے جانا جاتا ہے۔یہ واقعہ ۱۳-اپریل 1919ء کو اس وقت پیش آیا، جب کچھ پر امن لوگ وہاں بیساکھی کا تہوار منانے کے لیے جمع ہوئے، تو برٹش انڈین آرمی نے آرمی جنرل کے حکم سے حملہ کردیا۔اس باغ کا احاطہ ۶ سے ۷ ایکڑ کے قریب تھا، جس میں وہ نہ صرف مذہبی بلکہ پنجاب کا ثقافتی تہوار منانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔جنرل کے حکم پر آرمی نے ۱۰ منٹ تک ان دروازوں سے جہاں سے لوگ باہر نکل رہے تھے یا نکلنے کی کوشش کررہے تھے۔وہاں پر گولیوں اور بارود کی بوچھاڑ کردی، جس کے نتیجے میں آرمی ذرائع کے مطابق ۳۷۰ لوگ ہلاک ہوئے اور ۱۲۰۰ زخمی ہوئے جبکہ آزاد ذرائع کے مطابق ایک ہزار سے زائد لوگ مارے گئے۔

اس اقدام کی پہلے تو آرمی نے تحسین کی لیکن بعدازاں ۱۹۲۰ میں آرمی جنرل کو

عوامی ردعمل کے پیش نظر عہدہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔اس سانحہ کے بعد ہندوستان بھر کی جملہ اقوام انگریز کے سخت خلاف ہوگئیں۔ہندو، سکھ اور مسلمان سبھی کے دلوں میں انگریز کے خلاف نفرت مزید گہری ہوئی اور یہ نفرت تحریک میں تبدیل ہوگی۔سخت عوامی ردعمل کے نتیجے میں آرمی کے قوانین میں ترمیم کرنا پڑی۔

امرتسر ہی میں سکھوں کا مشہور زمانہ گوردوارہ ”گولڈن ٹیمپل“ ہے۔جو لوگ امرتسر جاتے ہیں وہ عموماً سیاحت کے لیے گولڈن ٹیمپل بھی جاتے ہیں۔مجھے میرے بعض دوستوں نے کہا تھا کہ یہاں بھی ضرور جائیے۔کبھی دیگر ممالک میں بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہیں دیکھنے کا موقع ملا، شرک کے ان اڈوں میں جا کر توحید کی عظمت اور ایمان کی قدر کا احساس بیدار ہوتا ہے۔لیکن قلت وقت کی بنا پر یہاں جانا ممکن نہ ہوا۔

ہم ہندوستانی وقت کے مطابق تقریباً تین بجے مسجد میں داخل ہوئے۔چونکہ حضرت مولانا سید اسجد مدنی وفد سے پہلے ہی امرتسر پہنچ گئے تھے اس لیے وہ بھی اپنے رفقا سمیت مسجد کے دروازے پر استقبال کے لیے موجود تھے۔دونوں جانب اس مسجد کے طلبہ قطار میں مہمانوں کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔گردونواح کے بہت سے مسلمان بھی مہمانوں سے مصافحہ کے لیے رکے ہوئے تھے۔مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔برآمدے میں دسترخوان لگا ہوا تھا۔سب مہمانوں کو پرتکلف کھانا کھلایا گیا۔کھانے کے بعد تقریباً 10 منٹ تک مہمانوں نے آرام کیا۔جمعیت علمائے ہند کے سربراہ اور حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جانشین حضرت مولانا

سیدارشد مدنی دامت برکاتہم دہلی سے فون پر لمحہ بالمحہ وفد کے بارے میں ہدایات دینے کے ساتھ ساتھ مہمانوں کے قیام و آرام کے بارے میں بار بار استفسار فرما رہے تھے۔

شاہوں کے شہر کی جانب

اب ہماری اگلی منزل دہلی تھی اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت ہمیں امرتسر سے بذریعہ ٹرین دہلی جانا ہے۔ چنانچہ اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ ہمارے میزبانوں نے ہمارے ہمہ قسم آرام کا بہت خیال رکھا۔ امرتسر سے دہلی جانے والی نہایت عمدہ ترین ٹرین ”شتاب دی ایکسپریس“ میں اے۔ سی پارلر میں ہماری ریزرویشن کروائی گئی تھی۔ سامان سفر قلیوں کے ذریعے ٹرین میں پہنچایا گیا۔ حضرت مولانا سید اسجد مدنی اور ان کے رفقاء نے تمام مہمانوں کو ٹرین میں خود نشستوں پر بٹھایا، اور سامان اپنی نگرانی میں منتقل کرایا۔ ہماری سیٹیں E1 میں جبکہ کچھ مہمانوں کی E2 میں مختص کرائی گئی تھیں۔ ہمارے ڈبے میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خادم مولانا ضیاء الرحمن، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ، ان کے خادم محمد احمد، احقر، مولانا صفی اللہ، قاری محمد ادریس ہوشیارپوری، مفتی شیر عالم لاہور، مولانا حسین احمد، مولانا عبیداللہ خالد، مولانا خلیل احمد اور مولانا حماد خالد ہمرکاب تھے۔ امرتسر سے دہلی 450 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ ریل گاڑی یہ فاصلہ تقریباً 6 گھنٹے میں طے کرتی ہے۔ یہ ٹرین دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ہندوستان کا ریلوے نظام نہایت ہی منظم اور بہترین ہے۔ ٹرین میں نشستیں کشادہ اور ایک دوسرے سے مناسب فاصلے پر تھیں۔ ٹرین کی اعلیٰ درجے کی صفائی ستھرائی اور ریفریشمنٹ کے

سامان نے سفر کو دو بالا کر دیا۔ ٹرین چلتے ہی چائے، نمکو اور ٹافیوں وغیرہ کا ناشتہ پیش کیا گیا۔ ہر مسافر کو ایک بوتل منرل واٹر مع گلاس پیش کی گئی۔ کچھ وقفے بعد سوپ پیش کیا گیا۔ بوقت تحریر ٹرین کا عملہ کھانا لا رہا ہے۔ ہم نے ٹرین کا کرایہ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ امرتسر سے دہلی کا کرایہ مبلغ 1515 ہندوستانی روپے ہے۔ اس کرایے میں یہ تمام سہولتیں شامل ہیں۔

لدھیانہ

جالندھر اور بیاس رکتے ہوئے ریل گاڑی لدھیانہ کے مشہور مقام پر پہنچی۔ احقر نے اپنے شیخ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو متوجہ کیا کہ ہم لدھیانہ ریلوے اسٹیشن پر موجود ہیں۔ اس پر رفقائے سفر میں لدھیانہ کا تذکرہ چل نکلا۔ ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ نے ارشاد فرمایا: ''یہاں کے ایک عالم مفتی محمد نعیم لدھیانوی تھے جو پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔ ان کی مسجد میں تحریر تھا کہ ''جوان وہ ہے جسے دیکھ کر ہیبت طاری ہو، وہ جوان نہیں جسے دیکھ کر جنسی جذبات میں اشتعال ہو۔'' امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اکوڑہ خٹک خطاب کے لیے تشریف لائے، مرزا غلام احمد قادیانی کا رد فرمایا: ''یہ شخص احمد نہیں غلام احمد ہے، اس نے احمد کا لفظ چرایا ہے۔'' اس موقع پر مفتی محمد نعیم اسٹیج پر موجود تھے آپ نے فرمایا: یہ جو استدلال مرزا غلام احمد قادیانی کر رہا ہے، اس کے تحت مفتی نعیم بھی خدانخواستہ دعویٰ نبوت کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ''ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم'' اور یہ مفتی نعیم موجود بیٹھا ہے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم سے کل قیامت کے دن نعیم سے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حالانکہ یہاں نعیم کے معنی مفتی نعیم نہیں

بلکہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایسے ہی قرآن کریم میں موجود لفظ "احمد" سے غلام احمد نہیں بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس شہر کے علمائے کرام نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ دنیا بھر میں بچے بڑے تعلیم قرآن سے قبل نورانی قاعدہ پڑھتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے لدھیانہ کے مولانا نور محمد کو رائے پور بلا کر نورانی قاعدہ تحریر کروایا، جبکہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی ؒ سے بچوں کے لیے تعلیم الاسلام لکھوائی۔ احقر نے یہ بات حضرت رائے پوری ؒ کی سوانح میں بھی پڑھی ہے۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد ؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ شہید سمیت بڑے بڑے علما اسی شہر سے تعلق رکھتے تھے۔ بوقت تقسیم دونوں حکومتوں میں معاہدہ ہوا تھا کہ پاکستانی پنجاب میں کوئی ہندو نہیں رہے گا اور ہندوستانی پنجاب میں کوئی مسلمان۔ اسی لیے وسیع پیمانے پر مسلمانوں نے یہاں سے پاکستان ہجرت کی۔

یہی وجہ ہے کہ ان مسلم اکثریتی علاقوں کی بیسیوں مساجد اور دسیوں مدارس ویران اور خالی ہو گئے۔ پاکستانی پنجاب سے نقل مکانی کر کے جانے والے ہندو ان علاقوں میں آباد ہوئے اور یہ مساجد و مدارس بھی انہیں کے تصرف میں آ گئے۔ چنانچہ بہت سی مساجد معاذ اللہ مندروں اور گردواروں میں بدل دی گئیں اور بہت سی گھروں کا حصہ اور بہت سی ویران و بے آباد ہو گئیں۔

مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ؒ کے خاندان

نے جہد مسلسل کے ذریعے یہاں مسلمانوں کو از سر نو آباد کیا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں سے لوگوں کو یہاں منتقل کیا۔ یوں آبادی مساجد کا سلسلہ جاری و ساری ہے، ایک خاص بات دوران سفر یہ دیکھنے میں آئی کہ امرتسر سے لدھیانہ تک کوئی مسجد نظر نہیں آئی۔ البتہ لدھیانہ ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک مسجد موجود ہے۔

سرہندی سجادہ نشین کی طرف سے اعزاز

لدھیانہ سے اگلا اسٹیشن جہاں ٹرین رکی ''راجپورہ'' ہے۔ اس کے قریب ہی سرہند شہر ہے۔ جہاں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کا مزار مبارک ہے۔ یہاں کے سجادہ نشین کو پاکستانی علما کی تشریف آوری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ اور بہنوئی کو متعدد علما کے ہمراہ استقبال اور مصافحہ کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ایک منٹ کے اسٹاپ کے دوران یہ حضرات جلدی جلدی ٹرین میں تشریف لائے۔ مہمانان گرامی سے مصافحہ کیا اور حضرت سجادہ نشین صاحب کی جانب سے خیر سگالی کا پیغام پہنچایا۔

واحسرتاہ

ہماری خواہش تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور تھانہ بھاون میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مزارات پر حاضری ہو۔ حضرت سرہندیؒ مجدد الف ثانی کے لقب سے ملقب ہیں تو حکیم الامت تھانویؒ مجدد ملت کے لقب سے ملقب کیے گئے ہیں۔ لیکن یہ حسرت رہی کہ ویزا نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو ہم

تھانہ بھون جاسکے، نہ ہی سرہند اور اجمیر شریف۔ تھانہ بھون مظفرنگر میں واقع ہے۔ جبکہ ہمارا ویزا تین اضلاع سہارن پور، دہلی اور مراد آباد کا تھا۔ امرتسر بھی راستے میں پڑنے کی وجہ سے تھوڑی دیر قیام ہوا۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی

۹۷۱ھ تا ۱۰۳۴ھ

حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندیؒ امام ربانی اور امت کا عظیم سرمایا اور خطہ ہند کے اہل اسلام کے ایمانوں کے محافظ اور دین کے صحیح ترجمان تھے۔ آپ مغل بادشاہ اکبر کے قائم کردہ "دین الٰہی" کے سامنے سد سکندری بن کر ڈٹ گئے۔ اور یوں اس خود ساختہ دین سے عوام الناس کو محفوظ کر گئے۔

آپ احمد سرہندیؒ بن شیخ عبدالاحد فاروقیؒ دسویں صدی کے عظیم شیخ طریقت رہبر شریعت حق گو متبع سنت بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شوال المکرم ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۴ء ہندوستان کے شہر سرہند میں ہوئی۔ سرہند ہندوستان کی مغربی سرحد یعنی پاکستان کے قریب ایک شہر ہے۔ جو کہ تقسیم سے قبل لاہور کے مضافات میں سمجھا جاتا تھا۔ آپکے والد محترم شیخ عبدالاحدؒ ممتاز عالم و شیخ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ میں مولانا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے معقولات کی تحصیل کی۔ مولانا کمال الدین کشمیریؒ معقول و منطق وغیرہ کے معروف امام شیخ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کے بھی استاد تھے۔ علم حدیث حرمین شریفین میں ابن حجر مکی،

عبدالرحمن بن فہد مکی جیسے مشائخ سے حاصل کیا سترہ سال کی عمر میں حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی تدریس وبیان کے لیے مشائخ کی جانب سے اجازت یافتہ ہو گئے تھے

دوران تعلیم ہی اپنے والد محترم سے سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں منازل سلوک طے کئیں اور اجازت پائی والد محترم کی حیات میں ہی تدریس دین اور اصلاح خلق میں مشغول ہو گئے تھے، اسی اثناء میں رسالہ تھلیلیہ، رسالہ ردالروافض اور رسالہ اثبات النبوۃ تصنیف فرمائے، آپ علم ادب، بلاغت وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود صاحب نسبت واجازت اور علمی تفوق وقابلیت کے راہ سلوک کے متلاشی رہے۔ چنانچہ آپ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے سفر کے دوران دہلی تشریف لائے تو یہاں آپ کی ملاقات سلسلہ نقشبندیہ کے آفتاب وماہتاب شیخ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو آپ نے ان کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی اور شیخ کی صحبت میں آ گئے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے صرف ایک ماہ چند ایام کے بعد ہی اپنے اس کامل مرید کو ان کے باطنی کمال دیکھتے ہوئے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت مرحمت کی اور وطن واپس ہو کر مسند ارشاد پر فائز ہونے کا حکم فرمایا۔

حضرت مجدد صاحبؒ نے خلق خدا کو عشق خداوندی، اتباع سنت اور شریعت محمدی کی پیروی کی تاکید فرمائی آپ نے کفر وشرک رسوم وبدعات کے خلاف عملی جہاد فرمایا اسی سبب سے آپ کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یعنی دوسرے ہزار سال کا مجدد کہا جاتا ہے۔ اہل علم نے الف اول کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اور الف ثانی کا مجدد آپؒ کو قرار دیا۔ آپ کی صحبت میں دنیا بھر کے علماء، مشائخ، امراء، عوام امنڈ آتے آپ نے

حکمرانوں کو خاص طور پر احیاء سنت کی تاکید فرمائی اس سلسلہ میں آپ نے مختلف بادشاہوں اور امراء کو خطوط بھی روانہ فرمائے۔ مغل بادشاہ اکبر کے زمانہ میں ہندوانہ رسموں نے دین کی شکل اختیار کرلی تھی آپ نے ان رسوم کی بھرپور تردید فرمائی، اکبر نے بہت سے درباری مولویوں کی معاونت سے ہندو مسلم اتحاد کے لئے ایک نیا دین ایجاد کیا حضرت مجدد صاحبؒ نے اس نئے دین کی بھی بھرپور مخالفت کی ۔جہانگیر بادشاہ نے آپ کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے پر گوالیار کے قلعہ میں بند کردیا آپ نے دوٹوک الفاظ میں اعلان فرمایا کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں ۔آپ بدعت کی حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کے بھی خلاف تھے،آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی بدعت میں نور نظر نہیں آتا،62 سال کی عمر میں ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ بمطابق دسمبر 1624ء کو راہی اجل ہوئے اور سرہند میں ہی مدفون ہوئے آپ کے مکتوبات اہل علم میں نہایت ہی مقبول و متداول ہیں۔

یہ دہلی ہے

ٹرین انبالہ سے ہوتے ہوئے رات 11:18 پر دہلی ریلوے اسٹیشن پر پہنچی ۔ریلوے اسٹیشن پر امیر الہند حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم بنفس نفیس مع دیگر علما و کارکنان کے موجود تھے۔حضرت نے نہایت ہی مشفقانہ انداز میں جملہ مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ہمارے میزبانوں نے پورے قافلے کا سامان اٹھوایا۔ قافلے کی بزرگ شخصیات کے لیے پلیٹ فارم پر مخصوص رکشے لائے گئے تھے۔چنانچہ حضرت مولانا عبد المجید لدھیانویؒ ،حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ اور مولانا عزیز الرحمن

ہزاروی کو رکشوں پر بٹھا کر کار پارکنگ تک لایا گیا۔ مولانا سید ارشد مدنی باوجود پیرانہ سالی کے دیوبند سے دہلی اور پھر ریلوے اسٹیشن تشریف لا کر جملہ امور کی نگرانی خود فرما رہے تھے۔

ریلوے اسٹیشن سے گاڑیوں کے ذریعے قافلہ لودھی روڈ پر واقع انڈین اسلامک کلچر سنٹر (مرکز الثقافۃ الاسلامیہ) پہنچا۔ یہاں ایک معیاری ہوٹل میں ہمارے لیے کمرے بک کرائے گئے تھے۔ تقریباً بارہ کمرے مہمانوں کے لیے مختص تھے۔ احقر اور مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری ایک کمرے میں، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ اور ان کے خادم عزیزم حافظ محمد احمد ہمارے متصل کمرے میں قیام پذیر رہے۔ ہم رات بارہ بجے کے قریب قیام گاہ پہنچے اور ساڑھے بارہ بجے محو استراحت ہو گئے۔ ہمیں اگلے روز صبح دہلی میں اکابر کے مزارات پر حاضری دینا تھی۔

6-اپریل بروز اتوار

صبح تقریباً پانچ بجے آنکھ کھلی پھر سستا گئے۔ سورج نکلنے سے قبل حضرت مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ کی گرج دار آواز کانوں میں پڑی۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو گویا ہوئے: ”ارے سورج نکلنے والا ہے، جلدی سے نماز پڑھ لو۔“ ہم لوگ نماز سے فارغ ہو کر تیار ہونے لگے۔ تیار ہو کر باہر نکلے تو عجیب حیرت کا سامنا ہوا کہ قافلہ قطب مینار اور حضرت خواجہ بختیار کاکی ؒ کے مزار کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ ہم لوگ رات گئے ہی دہلی پہنچے تھے، نہ ہی ہمارے پاس یہاں کے موبائل فون کی سم اور نہ ہی کسی کا فون نمبر تھا۔

نہایت ہی بے کسی و بے بسی کا احساس ہوا کوشش کی۔ کسی طرح حضرت مولانا سید اسجد مدنی کا نمبر حاصل کیا جائے۔ تلاش بسیار کے بعد نمبر ملا، ہوٹل کے استقبالیہ سے مدنی صاحب سے رابطہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ قافلہ دور نکل چکا ہے، آپ ہوٹل ہی میں انتظار کریں، ہم نظام الدین پہنچ کر آپ کو منگوا لیتے ہیں۔ جان میں جان آئی، ہم کمرے میں چلے گئے، کچھ دیر انتظار کیا، حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی کے صاحبزادہ مولانا محمد اسعد سلمہ ہمیں لینے آگئے۔ سیدھے نظام الدین پہنچے، یہاں قافلہ پہلے سے موجود تھا۔ اولاً تبلیغی مرکز ''نظام الدین'' میں حاضری دی۔ پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت امیر خسروؒ، خانوادہ ولی اللہی یعنی حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحبؒ، حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، آپ کے چاروں صاحبزادوں، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ، حضرت شاہ رفیع الدینؒ، حضرت شاہ عبدالغنیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ کے خاندان کے دیگر تمام مرد و زن ماسوائے حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ، حضرت شاہ محمد اسحاقؒ (وہ یہاں مدفون نہیں) کے مزارات مبارکہ پر حاضری دی۔

بستی نظام الدین میں

تبلیغی مرکز نظام الدین وہ مقام ہے جہاں سے تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ نے تبلیغ کا کام اٹھایا تھا۔ یہ مختصر سا مقام ہے جہاں مسجد، مدرسہ اور مرکز تینوں شعبہ ہائے دین کا حسین امتزاج ہے۔ مدرسہ بالائی منزل پر واقع ہے۔ مدرسہ کا نام ''جامعہ کاشف الاسلام'' ہے۔ باہر کی جانب اس کا بورڈ آویزاں ہے۔ جبکہ مرکز کئی منزلہ عمارت ہے۔ یہاں دنیا بھر سے جماعتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ

جاری رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ امت کی ہدایت کا درد لیے ہوئے ایک ایک فرد پر محنت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ تبلیغ کا کام پھیلنے لگا اور پھیلتے پھیلتے دنیا کے کونے کونے تک جا پہنچا۔ جتنا تبلیغ کا کام ہے مرکز کا حجم اس سے کہیں چھوٹا محسوس ہوا۔ یہاں انوار و برکات کی بارشوں کا نزول دن رات جاری رہتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے لاکھوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ اسی جگہ سے ہر سو ٹھنڈی ہوائیں پہنچیں، اور انسانیت کو پیار و محبت کا درس ملا۔ یہی وہ مقام ہے جس نے رائیونڈ کو سیراب کیا۔ یہاں پر اہل علم و نظر، اہل زہد و تقویٰ، اہل تزکیہ و معرفت کی دردمندی، مشورے اور ہدایات انسانیت کے لیے جاری رہتے ہیں۔ حاضری کے موقع پر کمرے میں حضرت مولانا محمد عثمان دامت برکاتہم، مولانا سید ارشد مدنی کے بہنوئی بھی موجود تھے۔ ان سے مصافحہ کیا۔ ہمارے پہنچنے سے قبل شرکائے قافلہ نے یہیں پر حضرت مولانا زبیر الحسنؒ (جن کا گذشتہ دنوں وصال ہوا) کے صاحبزادہ مولانا زہیر الحسن صاحب سے اظہار تعزیت کیا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی

رشد و ہدایت کی عالمگیر تحریک تبلیغی جماعت کے روحِ رواں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے نواسے اور خلیفۂ مجاز، امیرِ تبلیغ مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے خلف الرشید اور اجازت یافتہ، معروف عالم دین، دردمند و مشفق مصلح، اِنسانیت کے خیر خواہ، پرسوز داعی مولانا زبیر الحسنؒ بحمداللہ نجیب الطرفین تھے علم و تقویٰ کے ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی ماحول میں نشو و نما پائی۔

تعلیم کے ساتھ تبلیغِ دین اور اصلاحِ نفس و تزکیہ کے دِینی شعبوں میں بھی

آپ نے بے مثال خدمات سرانجام دِیں۔ تبلیغ کا کام تو آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے والدِ محترمؒ تبلیغی جماعت کے آخری امیر تھے۔ آپ میں اُمت کی اِصلاح کا درد اور اِنسانیت کی ہدایت کا جذبہ موجزن تھا۔ اِس لیے زندگی بھر تبلیغی وفود کی سرپرستی فرماتے رہے۔ دنیا بھر میں منعقد ہونے والے اِجتماع آپ کی ہدایات اور رقت آمیز دعا پر اِختتام پذیر ہوتے۔ آپ کے بیانات میں حق تعالیٰ نے بلا کی تاثیر رکھی تھی۔ اُن بیانات میں الفاظ کی بجائے معنویت اور معلومات سے زیادہ تاثیر ہوتی۔ بظاہر مخصوص جملوں اور الفاظ کے ساتھ مرکب بیان میں تقریباً وحدت ہوتی، لیکن ہر مقام پر الگ الگ تاثیر محسوس ہوتی۔ تبلیغی وفود کے لیے آپ کی ہدایات راہنما اُصول کا کام دیتیں۔ آپ اپنی ہدایات میں تبلیغی ساتھیوں کو اِخلاص، شفقت، محبت، جہد، زہد اور تقویٰ کی تلقین فرماتے۔ اللہ کے دِین کے لیے ایک ایک دروازہ پر دستک دینے، اہلِ ایمان کو مسجدوں میں لانے، مساجد کو آباد کرنے اور اِنسانیت کو دوزخ سے نجات دِلانے کی بھرپور تلقین فرماتے۔ اہل علم و اہل مِدارس کا ادب و احترام، اُن سے دعاؤں کی درخواست اور مشائخ و علماء کی عظمت کو واضح فرماتے۔ آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات حسرتِ آیات کے بعد تبلیغی جماعت کا نظام شورائی بنادِیا گیا۔ چنانچہ آپ، حضرت مولانا محمد سعد دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ پر مشتمل تین رکنی شوریٰ تبلیغی نظام کی سرپرستی کرنے لگی۔ آپ کی مقبولیت کا دائرہ مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے ساتھ غیر مسلموں میں بھی پھیلا ہوا تھا۔ دنیا بھر میں آپ کو مسلمان عقیدت اور محبت کی وجہ سے ’’حضرت جی‘‘ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔

تعلیم وتبلیغ کے ساتھ ساتھ آپ تزکیہ وسلوک کے دینی شعبہ میں بھی بے مثال خدمات رکھتے تھے۔آپ کے مزاج میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ تزکیہ، احسان وسلوک اور خانقاہی نظام بھی نمایاں تھا۔آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں لوگوں نے بیعت توبہ کر کے معاصی، منکرات اور کفروشرک ترک کرنے کا عزم مصمم کیا۔آپ برس ہابرس تک عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین، دہلی میں تبلیغ کے ساتھ اِصلاح وسلوک اور ذِکر کی مجالس بھی منعقد کرتے رہے۔

حق تعالیٰ نے آپ کو رسوخِ علمی کے ساتھ زہد وورع اور تقویٰ وطہارت کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔کثرت کے ساتھ ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن کریم آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔کثرتِ تلاوتِ قرآنِ پاک کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں آپ کے بارے میں حضرت شیخ ؒ نے اِرشاد فرمایا ”میرے نواسہ نے رمضان المبارک میں قرآن کریم کے ساٹھ ختم کیے ہیں“۔آپ کا معمول تھا دِن کو ایک ختم اور رات کو ایک ختم کیا کرتے تھے۔گویا کہ آپ نے امام شافعیؒ کا معمول زندہ فرمایا۔اپنے والد محترمؒ کو مغرب سے عشاء تک نوافل میں دو پارے سناتے اور بعد از عشاء تراویح میں ڈیڑھ پارہ منزل تلاوت فرماتے۔رات کو خاندان کی مستورات کو تہجد میں دس پارے سناتے۔یقیناً یہ مجاہدہ وریاضت آپ ہی کا خاصہ تھا، نیز تقویٰ کے بغیر ان اعمال کا صدور نا ممکن ہے۔

آپ کی طبیعت میں ظرافت اور خوش مزاجی نمایاں تھی۔ہر کسی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے اور ہنس مکھ رہتے۔مہمان نوازی، سادگی، جذبہ خدمت، تواضع

واِنکساری بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔آپ اپنے اسلاف واکابر کے صحیح جانشین تھے۔حق تعالیٰ نے آپ میں اپنے اکابر کی صفات ودیعت رکھی تھیں۔یہی وجہ ہے کہ طبیعت میں صبر وشکر غالب تھا۔آخر عمر میں ذیابیطس کا مرض بڑھ گیا تھا۔دِیگر اعذار کے ساتھ گردے بھی فیل ہوگئے تھے۔باایں ہمہ آپ کی شب بیداری اور آہِ سحر گاہی میں کوئی کمی نہ آئی۔رحمت ِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ِطیبہ پر عمل کرتے ہوئے شب بھر بے قرار رہتے۔بے چینی کے عالم میں بستر پر اُٹھ کر بیٹھ جاتے،لمبی نماز شروع کردیتے اور دعائیں کرتے۔اِس طرح آپ کی رات کٹ جاتی تھی۔آپ بیک وقت شیخ طریقت،شیخ الحدیث اور مبلغ اسلام تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو جامع الصفات بنایا تھا۔یہی آپ کی خوبی تھی کہ آپ دِین کے تمام شعبوں سے متعلق رہے۔یہی الحمد اللہ ہمارے اکابر کا مزاج تھا۔

مورخہ ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء کو دِن بارہ بجے طویل علالت کے بعد راہی اجل ہو گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. آپ کا رائے پوری سلسلہ سے تعلق کا عالم یہ ہے کہ آپ کو بسم اللہ بھی حضرت رائے پوریؒ نے پڑھائی اور آپ کی نماز ِجنازہ بھی مولانا افتخار الحسن خلیفہ حضرت رائے پوریؒ نے پڑھائی۔آپ کو اپنے اکابر کے ہمراہ عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین، دہلی ہی میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ،مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور والد مولانا محمد انعام الحسنؒ کے ہمراہ دفن کیا گیا۔

مسجد کے ایک پہلو میں بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ، ان کے جانشین مولانا محمد یوسفؒ اور ان کے جانشین حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ کے

مزارات موجود ہیں اور ان کی قبور کے ارد گرد چھت تک دیواریں بنادی گئی ہیں، البتہ قبور والا حصہ کچا بھی ہے اور اس پر چھت بھی نہیں۔

ایک پروپیگنڈے کا جواب

بعض اہل ہوا ان بزرگوں کی قبور کو مسجد کا حصہ قرار دے کر شرک وکفر کے فتوے جھاڑتے ہیں اور دنیا بھر میں ان قبور کی تصاویر سے پروپیگنڈا کر کے اہل تبلیغ کو بدنام کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج سے کئی سال قبل احقر کی سفر عمرہ کے دوران مکہ مکرمہ میں ایک اہل عرب سے ملاقات ہوئی۔ تبلیغی جماعت کا ذکر خیر ہوا تو انہوں نے چھوٹتے ہی کہا کہ وہ تو قبوری اور مشرک ہیں اور دلیل میں کہا کہ میں نے تصویریں دیکھی ہیں۔ ان حضرات کی قبریں مسجد کے اندر بنائی گئی ہیں اور لوگ وہاں سجدہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب جھوٹ وافترا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ دراصل قضیہ یہ ہے کہ یہ مسجد پہلے چھوٹی تھی۔ اس کے ایک کنارے پر مسجد سے باہر حضرت جیؒ کی قبر بنائی گئی جو کہ مسجد کا حصہ نہ تھی اور نہ ہی یہ جگہ مسجد کی تھی۔ اس جگہ کو قبرستان کے لیے وقف کیا گیا تھا اور پھر یہیں ان کے جانشینوں کی قبریں بنتی چلی گئیں۔ بعد میں مسجد کی توسیع ہوئی تو مسجد قبرستان تک جا پہنچی۔ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ہمہ قسم منکرات سے بچانے کے لیے قبرستان کے ارد گرد دیواریں کھڑی کردی گئیں، لیکن قبرستان کچا اور بغیر چھت کے ہی رکھا گیا۔ لیکن افسوس کہ بدنیت لوگوں نے اس ماجرے کو بغض باطن کے اظہار کا موقع جانا اور خوب پروپیگنڈہ کیا۔

تبلیغی جماعت اور علمائے ہند

ہندوستان کی تبلیغی جماعت کا علمائے کرام سے رابطہ اور تعلق نسبتاً زیادہ مضبوط ہے۔ یہاں اہل مدارس، اہل تبلیغ اور مرکز کے منتظمین میں کوئی ذہنی تناؤ نہیں ہے۔ علمائے کرام بھی ان حضرات کی پوری پوری سرپرستی کرتے ہیں۔ دیوبند سے واپسی پر دہلی حاضری ہوئی تو جمعیت علمائے ہند کے سربراہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے معاون خصوصی جناب مولانا فضل الرحمن نے بتایا کہ پاکستان سے جناب حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ کو ہند حکومت ایک عرصہ سے ہندوستان آنے کے لیے ویزا نہیں دے رہی تھی، چنانچہ حضرت مدنی مدظلہم نے وزیراعظم ہند سے بات کر کے حضرت حاجی صاحب کا ویزا لگوایا۔

نظام الدین مرکز سے فارغ ہو کر نظام الدین ہی میں موجود سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ ہمارے ساتھ پاکستان کے نامور بزرگ علمائے کرام حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہم، حضرت مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہم، حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی مدظلہ، حضرت مولانا عبیداللہ اور مولانا حسین احمد وغیرہم بھی موجود تھے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ

سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین اولیاء محمد بن احمد بن علی بخاریؒ دہلوی 637ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم سید احمدؒ بلند پایہ اولیاء میں سے تھے۔ آپ

افغانستان سے ”بدایوں“ ہجرت کر کے تشریف لائے۔حضرت نظام الدین اولیاء کی ابتدائی تعلیم بھی بدایوں میں ہوئی اس کے بعد دہلی تشریف لائے۔علوم دینیہ سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ فرید الدین مسعودؒ گنج شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ خلافت پہنا۔آپ اعلیٰ درجہ کے شب بیدار، ریاضت ومجاہدہ کے حامل تھے۔ایک عرصہ تک اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور پھر دہلی آ کر خلق خدا کو علم ومعرفت سے سیراب کیا۔نہایت ہی صاحب کرامت بزرگ تھے۔725ھ میں وصال ہوا اور دہلی میں مدفون ہوئے۔اسی نسبت سے اس بستی کا نام ”بستی نظام الدین“ پڑ گیا۔آپ کے مزار پر حاضری ہوئی، لیکن مزار پر شرک وبدعت کے جو مناظر دیکھے اس سے دل دہل گیا، مزار کے حجرے کے باہر مرد وخواتین بھی ان منکرات کے ارتکاب میں مشغول تھے، جن کا مظاہرہ پاکستان میں بھی مزارات پر کیا جاسکتا ہے۔حجرہ مزار میں خواتین کے داخلے پر پابندی تھی۔حاضری کا جو طرز اپنایا گیا تھا وہ اس طرح تھا گویا مزار کا طواف ہو جائے (العیاذ باللہ)

اعمالِ شرک وبدعت کے باوجود مزاراتِ اولیاء پر حاضری کا حکم

اس پر ہمارے قافلے کی ایک بزرگ شخصیت نے متوجہ کیا کہ کیا ان حالات میں بزرگوں کے مزارات پر حاضری جائز ہے یا نہیں؟ احقر نے سوچا کہ اس پر قافلے میں موجود علمائے کرام سے مذاکرہ ہی کر لیا جائے کہ آج کل اکثر اولیائے کرام کی قبور

پر غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ ان منکرات کے ہوتے ہوئے کیا ہم مسلمان ان قبور پر حاضری دیں یا نہ دیں؟ مختلف علمائے کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق جوابات ارشاد فرمائے۔ حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ ان حالات میں ان قبور پر دور سے ہی سلام اور ایصال ثواب کرنا مناسب ہے۔ اس سوال کا جواب ہمارے حضرت حکیم العصر مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل مدلل مرحمت فرمایا، جو قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔ یقیناً اہل علم داد تحسین سے نوازیں گے:

"قرآنی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین شام مقدس سرزمین تھی اور ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بر کنا حولہ الخ (بنی اسرائیل:۱) جب کہ دوسرے مقام پر صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا: یاقوم ادخلوا الارض المقدسۃ (المائدہ:۲۱) جب بنی اسرائیل کو یہ حکم ملا کہ مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ تو اس وقت اس سرزمین پر قوم "عمالقہ" کا قبضہ تھا اور یہ قوم مشرک تھی۔ انہوں نے اس سرزمین کو شرک کا گڑھ بنایا ہوا تھا، اس کے باوجود اس کو مقدس سرزمین قرار دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مبارک اور مقدس مقامات کا تقدس و برکت خارجی اثرات کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکمِ جہاد سے عدولی کی اور عمالقہ سے جہاد نہ کیا، اتنے میں حضرت موسیٰؑ کے وصال کا وقت آگیا، ابھی تک اس سرزمین پر مشرکین کا ہی قبضہ تھا، آپؑ نے وصیت فرمائی کہ مجھے مقدس سرزمین کے قریب لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ انہیں سرزمین شام کے قریب تر ہی دفن کر دیا گیا۔ احادیث میں یہ تفصیل موجود ہے۔

اسی طرح بیت اللہ پر مشرکین مکہ کا قبضہ رہا۔ انہوں نے کعبۃ اللہ کو صنم کدہ بنایا ہوا تھا۔ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ اس کے باوجود ہجرت سے قبل آپؐ اسی بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔ بیت اللہ کے قریب عبادت کرتے رہے۔ 6ھ میں اسی بیت اللہ کے اشتیاق میں حضرات صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا۔ آئندہ سال اسی بیت اللہ میں آپ نے عمرہ قضا فرمایا۔ صفا مروہ پر بت نصب ہونے کے باوجود آپ نے صفا مروہ کی سعی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی کسی بت کو ہاتھ تک نہ لگایا اور نہ ہی اینٹ اور پتھر پھینکا۔ اپنی عبادت کی تکمیل فرمائی اور چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ متبرک مقامات منکرات کے باوجود متبرک رہتے ہیں، لہٰذا یہاں جانا چاہیے البتہ منکرات میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔

اہل حق نے پاکستان میں اس مسئلے میں تساہل سے کام لیا ہوا ہے۔ اہل حق کے مزارات پر نہ جانے کی وجہ سے اہل بدعت کا اثر ورسوخ مزارات پر بڑھ گیا ہے۔ ہمارے اکابر کا معمول مزارات پر حاضری کا برابر رہا۔ چنانچہ خانوادہ ولی اللہ کے چشم وچراغ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جانے لگے تو اجمیر شریف کے قریب رہنے والے اپنے ایک شاگرد رشید کو خط لکھا کہ میں فلاں تاریخ کو حضرت معین الدین اجمیریؒ کے مزار پر حاضری کے لیے آرہا ہوں۔ انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ آپ اگرچہ مستقلاً تشریف نہیں لا رہے، تاہم میں کس کس کو وضاحت کروں گا۔ دور سے مزارات کے لیے سفر کر کے آنے والوں کے خلاف تقریریں کر چکا ہوں، میری محنت اکارت ہو جائے گی۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ میں ضرور آؤں گا۔ رقیبوں کے خطرہ کے پیش نظر حبیبوں کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ البتہ تم میری موجودگی میں اسی موضوع پر تقریر کر دینا تاکہ تمہاری تائید ہو جائے۔

چنانچہ حضرت شاہ احمد اسحاق دھلوی ؒ جو ہم سب کی سند حدیث کا حصہ اور برصغیر کے عظیم محدث ہیں، اجمیر ؒ کے مزار پر تشریف لے گئے اور مجاور مزار کی خدمت گراں قدر ہدیہ وتحفہ پیش فرمایا۔ مزار پر حاضری دی، اپنے تلمیذ رشید کے ہاں بھی تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا تم رسوم وبدعات کے خلاف میری موجودگی میں بیان کرو، تاکہ میری تائید تمہیں حاصل ہوجائے۔

قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا نصوص اور اکابر واسلاف کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء وصلحاء کے مزارات پر حاضری دینی چاہیے۔ خارجی اثرات کا اثر قبول نہیں کرنا چاہیے اور امید ہے کہ اہل حق کی آمد ورفت سے ان جاہلانہ اعمال میں کمی آئے اور ان خاتمہ ہوجائے۔“

سلطان الاولیاء ؒ کے مزار سے فارغ ہو کر ہم امیر خسرو ؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ امیر خسرو ؒ کا مزار مبارک بھی نظام الدین ہی میں تبلیغی مرکز اور مزار خواجہ نظام الدین ؒ کے درمیان واقع ہے۔ امیر خسرو ؒ حضرت خواجہ نظام الدین ؒ کے شاگرد اور فارسی وہندی کے مشہور صوفی شاعر تھے۔ آپ کی ولادت 1253ھ میں آگرہ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم ترک سردار تھے۔ جو منگولوں کے حملے کے وقت ہندوستان آگئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد تک آپ کے والد آگرہ میں اور پھر دہلی میں منتقل ہوئے۔ امیر خسرو ؒ نے سلطنت دہلی کے آٹھ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ 1325ھ میں وصال ہوا۔ دہلی کے لال قلعہ کے ایک محل کی محرابی پر آپ ہی کا یہ مشہور شعر کندہ ہے

گر فردوس بر روئے زمین است ہمیں است وہمیں است

اگر جنت الفردوس زمین پر ہے تو یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے

ائمہ حدیث و تفسیر کے مزارات پر

یہاں سے فارغ ہوئے تو گاڑیوں میں بیٹھ کر مولانا ابو الکلام آزاد میڈیکل کالج کے اندر سے گزر کر مقبرہ ولی اللہی میں پہنچے۔اس مقبرے کو"مہندیاں قبرستان" کہتے ہیں۔ یہ مقبرہ ایک بڑے احاطے میں واقع ہے، جس کے شروع میں ایک مسجد ہے۔اس کی بائیں جانب عام قبرستان میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور سرسید احمد خان کے استاذ، معروف علمی شخصیت حضرت مولانا مملوک علیؒ کی قبر انور ہے۔اس قبر پر ہم نے حاضری آخر میں دی۔اس کی سمت کا تعین اور خبر

مہندیاں قبرستان

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ حضرت لدھیانوی ؒ متعدد بار ہندوستان تشریف لا چکے ہیں۔ انہیں اکابر سے بے پناہ محبت و عقیدت ہونے کے ناطے اکابر کی سوانح، حالات و واقعات پر بے پناہ استحضار حاصل ہے۔ اکابر تو اکابر ان کے خاندان اور اولادوں تک

کے نام وحالات انہیں فرفر یاد ہیں۔میری یہ خوش قسمتی کہ مجھے حضرت نے پورے سفر میں اپنے ساتھ رکھا، ہر ہر مقام پر رہنمائی فرماتے رہے۔دیوبند حاضری ہوئی تو عجیب حیرت ہوئی، انہیں دیوبند کی گلیاں، اکابر کے مزارات کے محل وقوع، فاصلے سبھی کچھ یاد تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں حافظہ بھی غضب کا عطا کیا اور قوت استدلال بھی۔ہمارے سفرنامہ میں جا بجا حضرت سے حاصل شدہ معلومات وعلوم کا تذکرہ جاری رہے گا، تاکہ ہمارے قارئین بھی ان نوادرات سے استفادہ کرسکیں۔

اس بڑے قبرستان میں ایک مسجد ہے۔اس مسجد سے کچھ آگے چند قدم کے فاصلے پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے والد محترم حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کا قائم کردہ مدرسہ "مدرسہ رحیمیہ" موجود ہے۔یہ مدرسہ نہایت ہی قدیم مدرسہ ہے۔یہی وہ مدرسہ ہے جس میں حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ خود بھی زیر تعلیم رہے اور بعد میں اس کے منتظم اور استاذ بھی رہے، اسی مدرسہ میں مولانا مملوک علیؒ بھی استاذ رہے۔اگرچہ وہ ایک سرکاری ملازم تھے، تاہم انہوں نے یہاں بھی پڑھایا۔ہمارے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہم یہاں پر زیر تعلیم رہے۔اس مدرسہ میں حاضری ہوئی، کچھ طلبہ موجود تھے۔مدرسہ کے شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی چند کتب بھی ہمیں پیش کیں۔حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی قائم کردہ مسجد اسی مدرسہ کے سامنے ہے۔

اس مسجد کے شمال مشرق میں وہ احاطہ ہے، جس میں خانوادہ شاہ ولی اللہؒ کی

قبور ہیں۔اس کے دروازے پر" باب الولی" مرقوم ہے۔اس احاطے کے باہر بھی قبور ہیں۔ان قبور میں ایک قبر آزادیٔ ہند کے عظیم سپوت، جمعیت علمائے ہند کے سیکرٹری جنرل، قرآنی علوم ومعارف کے امین، صاحب قصص القرآن حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ؒ کی ہے۔

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ؒ کی معروف زمانہ کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" معاشیات واقتصادیات پر شاہکار کتاب ہے۔آپ کی ذہانت، تدابیر اور حاضر جوابی کے بارے میں احقر نے اپنے نانا جناب الحاج غلام یٰسین مرحوم سے سنا کہ تقسیم سے قبل کاروباری سلسلہ میں دہلی جانا ہوا۔معلوم ہوا کہ جمعیت علماء ہند کا اجلاس ہونے والا ہے، بندہ ان اکابر کی زیارت کی نیت سے شریک اجلاس ہوگیا۔اجلاس میں جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ؒ نے خطاب فرمایا۔ان کے خطاب کے بعد شرکاء اجلاس میں سے ایک بڑی تعداد نے کھڑے ہوکر باری باری جمعیت کی بیان کردہ پالیسی پر اشکالات پیش کئے، جنہیں حضرت سیوہاروی ؒ خاموشی سے سنتے رہے۔جب جملہ معترضین اپنے اپنے اشکالات پیش کرکے خاموش ہوئے، تو حضرت سیوہاروی ؒ کھڑے ہوئے اور ہر ایک کے اشکال کو نقل فرما کر مدلل ومسکت جوابات ارشاد فرماتے گئے۔یوں سبھی کے سوالات کے شافی جوابات ارشاد فرمائے۔رحمة الله تعالیٰ علیہ رحمة واسعة

یہاں بھی حاضر ہوکر سلام عرض کیا۔ایصال ثواب کیا اور آگے بڑھے۔ احاطے میں داخل ہوئے تو یہاں حضرت شاہ صاحب کا خاندان سکون کے ساتھ محو استراحت محسوس ہوا۔قابل توجہ امر یہ ہے کہ یہاں حضرت شاہ صاحب ؒ کا پورا خاندان مدفون ہے۔

البتہ حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے، حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے صاجزادے، تحریک جہاد کے عظیم رہنما حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ میں بالاکوٹ کے مقام پر مدفون ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے چار صاجزادے یعنی شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالغنیؒ، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ، ان کی اہلیہ، شاہ ولی اللہ کی اہلیہ محترمہ، شاہ رفیع الدین کے ایک صاجزادے شاہ محمد موسیٰ، ان کی اہلیہ، دوسرے صاجزادے شاہ مخصوص اللہ ان کی اہلیہ اور شاہ اسماعیل شہید کے صاجزادے شاہ محمد عمر رحمھم اللہ کی قبور مبارکہ بھی یہیں پر ہیں۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے خاندان کو حق تعالیٰ نے برصغیر کی علمی، سیاسی، اصلاحی، معاشی اور دفاعی خدمات کے لیے منتخب کیا تھا۔ برصغیر میں علم کی شمع اسی خاندان نے روشن کی۔ علم حدیث کا فروغ تو حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مرہون منت ہے۔ حضرت شاہ صاحب سے قبل اس خطے میں درس نظامی میں حدیث کی کتب صرف "مشکوٰۃ المصابیح" تک پڑھائی جاتی تھی، حضرت شاہ ولی اللہ نے دورہ حدیث شریف کا اجرا کیا۔ اسی طرح اس خطے کی اصلاح، تبلیغ اور تحفظ عقائد کا بیڑہ بھی اسی خاندان نے اٹھایا۔ قرآنی علوم کا پرچار، قرآن کریم کا فارسی، اردو با محاورہ، اردو لفظی ترجمہ، حکمرانوں کی اصلاح اور غیر مسلموں سے جہاد کا فریضہ بھی اسی خاندان کے حصے میں آیا۔

امام شاہ ولی اللہؒ

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ولادت باسعادت 4 شوال المکرم 1114ھ بمطابق 21 فروری 1703ء کو ہوئی۔ آپ پندرہ سال کی عمر میں عالم اور صاحب نسبت بن گئے۔ آپ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیمؒ نے آپ کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ بارہ سال تک اپنے والد گرامی کے مدرسہ میں تدریس فرمائی۔ پھر آپ حرمین شریف تشریف لے گئے اور چودہ مہینے حجاز میں قیام فرمایا۔ اس دوران ایک جانب آپ نے علم حدیث میں کمال حاصل کیا اور شیخ ابوالطاہر الکردی المدنی سے علم حدیث پڑھی، تو دوسری جانب روحانی تربیت بھی حاصل کی۔ آپ پر اس عرصہ میں فیوض وبرکات کی بارش ہوئی۔ جس کا عکس آپ کی تصنیف ''فیوض الحرمین'' ہے۔ آپ بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، باکمال صوفی، مفکر وفلاسفر اور مصنف ومؤلف تھے۔ اصول، عقائد، منطق، معانی، بیان، ہندسہ، ہیئت اور کلام وغیرہ میں بھی آپ ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ایک سو ہے۔ آپ کے زمانے میں دہلی میں ایک رافضی حاکم ''نجف علی'' کا تسلط تھا، اسی سفاک حاکم نے آپ کے ہاتھوں کی کلائی اتروا کر ہاتھ بے کار کردیے تھے تاکہ آپ مزید کوئی کتاب تحریر نہ کرسکیں۔ اسی خونخوار نے مرزا مظہر جان جاناںؒ کو شہید کیا اور حضرت شاہ صاحب کے دو صاحبزادوں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کو بمع اہل خانہ اپنی قلم رو سے نکال کر پیدل سفر کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ یہ دونوں خاندان شاہدرہ تک پیدل پہنچے، پھر خواتین کے لیے تو سواری کا انتظام ہوا لیکن مذکورہ بالا دونوں بزرگ پیدل ہی سفر جاری رکھنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ

پیدل جونپور اور شاہ رفیع الدینؒ پیدل لکھنو تشریف لے گئے۔حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کچھ تصانیف ضائع ہوگئیں۔باقی رہ جانے والی تصانیف بھی پچاس کے لگ بھگ ہیں۔حق تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحبؒ کو چار لائق ترین فرزند مرحمت فرمائے۔

۱)......شاہ عبدالعزیزؒ (متوفی 1239ھ بمطابق 1823ء)

۲)......شاہ عبدالقادر) متوفی 1230ھ بمطابق 1814ء)

۳)......شاہ رفیع الدینؒ (متوفی 1233ھ بمطابق 1818ء)

۴)......شاہ عبدالغنیؒ (متوفی 1296ھ بمطابق 1879ء)

شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی کے نام سے قرآن کریم کی تفسیر شروع کی۔کچھ حصہ لکھا تھا کہ اجل آگیا۔تحفہ اثناء عشریہ بھی آپ کی شہرہ آفاق کتاب ہے۔انگریز کے خلاف آپ کا فتویٰ تحریک آزادی کی بنیاد بنا۔آپ کو دو دفعہ زہر دیا گیا۔ایک مرتبہ آپ کو چھپکلی کا ابٹن پلایا گیا۔شاہ عبدالقادر قرآن کریم کا بامحاورہ اردو ترجمہ کرنے والے پہلے مفسر ہیں۔آج تک دنیا میں شاہ صاحبؒ کے ترجمہ سے بہتر ترجمہ اردو زبان میں تحریر نہیں ہوا۔ہمارے اکابر نے اس ترجمہ پر بے حد اعتماد کیا ہے۔یہ ترجمہ بلاشبہ سند کی حیثیت رکھتا ہے۔شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کیا۔جبکہ شاہ عبدالغنیؒ بہت بڑے محدث تھے حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نواسے شاہ محمد اسحاقؒ ہیں، جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے علمی جانشین بنے۔وہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔اہل

ہند کی سند حدیث میں شاہ عبد الغنی کے بعد ان کا نام آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان سے بیداری امت کا کام لیا اور پھر دنیا سے اٹھا لیا۔ رحمھم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

قبرستان مہندیاں

اسی مقبرے میں بہت سے محدثین، فقہا اور علمائے کرام کی قبور ہیں۔ کچھ تو معروف ہیں اور اکثر غیر معروف ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی نہیں ملتا۔ یہ ایک وسیع و عریض اور قدیمی قبرستان ہے۔ لیکن ایک چیز دیگر مقابر دہلی سے جو نمایاں محسوس ہوئی وہ یہ کہ اس قبرستان میں بدعات کا ارتکاب نظر نہیں آیا۔ عین ممکن ہے کہ اس کی وجہ شاہ صاحب کا قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ ہو جو ان حضرات کی قبور کے بالکل قریب ہے۔ کچھ نا اہل لوگوں کے ہاتھوں میں انتظام چلے جانے کی وجہ سے یہ مدرسہ بالکل اجڑ گیا تھا۔ اب بحمد اللہ پھر سے آباد ہو رہا ہے۔ اس خاندان کے اثرات آج بھی بحمد اللہ پورے برصغیر میں موجود ہیں۔ اکابرین دیوبند بھی انہیں بزرگوں سے فیض یافتہ ہیں۔

ہم لوگ مدرسہ رحیمہ میں حاضر ہوئے اگرچہ مدرسے میں کسی پڑوسی کی شادی کی تقریب کے لیے ٹینٹ لگے تھے۔ تاہم مدرسہ کے مقیم پکے چھوٹے سے کمرے میں قائم دفتر اور اس کے ملحق چھوٹی چھوٹی درسگاہوں کے سامنے چار پائیوں اور کرسیوں پر کچھ علماء کرام تشریف فرما تھے۔ مصافحہ اور تعارف پر معلوم ہوا کہ ان میں اِس مدرسہ کے شیخ الحدیث بھی موجود ہیں۔ شیخ الحدیث کا نام ابھی ذہن میں باقی نہیں رہا، وہ دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے قافلہ اکابر کو اپنی تحریر کردہ

چند کتب بھی پیش فرمائیں۔

مزارات سے فارغ ہوئے تو ہمیں جمعیت علمائے ہند کے مرکزی دفتر لایا گیا۔ یہاں حضرت مدنی دامت برکاتہم العالیہ کی جانب سے پرتکلف کھانے کا انتظام تھا۔ ہم نے کھانا کھایا اور ہوٹل واپس آگئے۔ کھانے میں بطور خاص مغز اور دلی کی مشہور زمانہ نہاری بنائی گئی تھی جبکہ مونگ کی دال کا حلوہ بھی میزبانوں کی مخصوص مٹھاس پیش کر رہا تھا۔

جمعیت علمائے ہند

متحدہ ہندوستان میں تحریک آزادی نے قیام دارالعلوم دیوبند کے بعد نئی کروٹ لی۔ دارالعلوم دیوبند نے حکمت و بصیرت کے ساتھ غیر ملکی قوتوں کو دیس نکالا دینے، سفید چمڑی والے عیسائی حکمرانوں سے نبرد آزما ہونے اور کافرانہ نظام سے خلاصی کے لیے خاموش تحریک چلائی۔ دیوبند کے سپوت حضرت شیخ الہندؒ اور آپ کے جانباز، جانثار تلامذہ نے تاریخ آزادی کا تابندہ باب وضع کیا۔ ملک میں آزادی پسند کارکنوں کی جماعتیں معرض وجود میں آنے لگیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ علمائے کرام کو بھی ایک نظم میں جوڑ کر تحریک آزادی کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے 1919ء میں مسجد خیر الدین امرتسر میں علمائے کرام کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں باقاعدہ جمعیت علمائے ہند کی تاسیس کا فیصلہ ہوا۔ حضرت مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ جمعیت کے صدر بنائے گئے، جبکہ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی جمعیت

کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔جمعیت علمائے ہند کی تحریک آزادی کے حوالے سے خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔جمعیت کی ہی مساعی کی برکت سے نہ صرف یہ کہ ملک آزاد ہوا بلکہ مسلمانوں کے حقوق کو بھی حتی الامکان محفوظ کیا گیا۔آزادی ہند سے قبل جمعیت علمائے ہند انتخابی سیاست میں دخیل رہی۔شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی قیادت میں جمعیت نے متحدہ ہندوستان میں بھرپور سیاسی قوت کا مظاہرہ کیا۔

آزادی ہند کے مرحلے پر جمعیت علمائے ہند اور اکابرین دیوبند دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی قیادت میں علما کے ایک بڑے طبقے نے اس بنیاد پر تقسیم ہند کی مخالفت کی کہ

۱)...... ہندوستان میں انگریز نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا۔ان کی واپسی کے بعد حقیقی معنوں میں حکومت مسلمانوں کا ہی حق ہے۔تاہم دیگر قوموں ہندو، سکھ وغیرہ کی موجودگی کی وجہ سے انہوں نے کانگریس سے طے کرایا کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں اسلام اور مسلمانوں کو حق اقتدار ملے گا۔جبکہ دیگر صوبوں میں سیکولر نظام لاگو ہوگا۔

۲)...... تقسیم کی صورت میں ہندوستان میں موجود مسلمان غیر محفوظ ہو جائیں گے۔

۳)...... تقسیم ہند کا نقشہ بالکل نامکمل اور غیر فطری ہے۔جس سے دونوں

ملکوں کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ تنازعات کا نہ رکنے والا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس لیے کہ قدرتی اور فطری سرحدیں پہاڑوں اور دریاؤں وغیرہ سے قائم کی جاتی ہیں۔ جبکہ تقسیم کے نقشے کے مطابق سرحدیں ایسی نہیں ہیں۔ نیز پانیوں کا مسئلہ اور مشرقی و مغربی پاکستان میں بُعد مستقل مسائل جنم دے گا۔

جبکہ علما کا ایک بڑا طبقہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ، مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد حسن ؒ، کی قیادت میں پاکستان کا پرجوش حامی تھا۔

تاہم قیام پاکستان کے بعد اول الذکر طبقہ کے علما نے بھی نہ صرف پاکستان کی حمایت کی بلکہ پاکستان کو ایک مسجد کی طرح قرار دے کر اعلان کیا کہ تعمیر مسجد میں اختلاف ہوتا ہے کہ اسے تعمیر ہونا چاہیے یا نہیں لیکن اگر تعمیر ہو جائے تو تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے اس کی حفاظت کریں اور اسے آباد کریں۔ اس لیے علمائے دیوبند کا پاکستان کی سالمیت سے متعلق متفقہ موقف ہو گیا۔ اور بحمد اللہ تاہنوز تمام علمائے دیوبند پاکستان کی سلامتی، خودمختاری اور حریت کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ داعی اور محافظ بھی ہیں۔

آزادی ہند کے بعد جمعیت بھی وطن کی طرح تقسیم ہو گئی۔ پاکستان میں موجود جمعیت علمائے ہند کے فکری رفقا نے جمعیت علمائے اسلام کے نام سے جمعیت کا احیاء کیا اور ہندوستان میں جمعیت علمائے ہند نے اپنی پالیسی تبدیل کی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے آزادی کے بعد جمعیت کو انتخابی سیاست سے الگ

تھلگ کر کے اسے اسلامیان ہند کی دینی رہنمائی، اسلام، اسلامی تشخص اور مسلمانوں کے تحفظ و بقا، اسلامیان ہند کی فکری، تعلیمی اور رفاہی خدمات کے لیے وقف کیا۔ چنانچہ تب سے اب تک یہ جمعیت اسلامیان ہند کی موثر اور طاقتور جماعت ہے۔ جس نے پورے ہند میں پرچم نبوی تھامے مسلمانوں کی اعتقادی، علمی، فکری اور رفاہی خدمات بھرپور طریقے سے سرانجام دیں۔ مسلم اقلیت کے تحفظ کے لیے ہر پلیٹ فارم پر آواز اٹھائی۔ جب اور جہاں مسلمانوں پر افتاد پڑی جمعیت وہاں پہنچی اور مسلمانوں کی ہمہ جہت خدمت کی۔ ان کے حقوق کے لیے ملک بھر میں آواز بلند کی۔ حکومتی ایوانوں، عدالتی اداروں اور سیاسی تنظیموں سبھی کے دروازوں پر دستک دے کر مسلمانوں کے حقوق ان کے دروازے تک پہنچائے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے انتقال کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی اپنے والد اور اکابر کے مشن کو آگے لے کر بڑھے۔ ملک وملت کی خدمت کا نیا باب رقم کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ کی وجہ سے قوم نے آپ کو "فدائے ملت" کے لقب سے نوازا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے وصال کے بعد آپ کی جانشینی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی نیابت آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے حصے میں آئی۔

امیر الہند مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کا شمار ہندوستان کی مشہور علمی، رفاہی، صاحب نسبت، قلمکار، مصنف، محدث اور بیان و ارشاد میں ید طولی رکھنے والی مؤثر اور بارعب شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے جانشین، دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث، سابق ناظم تعلیمات اور جمعیت علمائے ہند کے صدر ہیں۔ ان تھک، نڈر، اسلامیان ہند کے حقوق کے محافظ، مزاج میں سلف کے امین اور بہت سی نسبتوں کے حامل ہیں۔ دنیا بھر کے علمائے کرام آپ سے عقیدت مندانہ، نیاز مندانہ اور مؤدبانہ تعلق رکھتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند نے آپ کی نظامت تعلیم کے دوران علمی عروج میں مزید کمال حاصل کیا۔ نہایت ہی وضع دار اور روایات کی حامل، پر کشش اور مسحور کن شخصیت ہیں۔ اکابرین دیوبند کی طرح متبع سنت، بدعات سے کوسوں دور ہیں، بایں ہمہ دیوبند کے مزاج اعتدال پر بھی قائم ہیں۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم بیک وقت محدث، خطیب، سیاسی قائد، عالم اسلام اور ہند کی ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ میں آپ کے والد محترم کی صفات منتقل کی ہیں۔ مہمان نوازی، خدمت، تواضع، انکساری، تقویٰ، سیاسی سمجھ بوجھ، امت کا درد، رعب و جلال اور محبت و شفقت سبھی آپ میں نمایاں ہیں۔ آپ نے اپنے برادر اکبر کے وصال کے بعد جمعیت علمائے ہند کی صدارت سنبھالی۔ تقریباً چار سال کے مختصر عرصے میں آپ نے عالمی سطح پر اسلام اور دیوبند پر دہشت گردی کے بھیانک الزام کی سازش کو ناکام بنایا۔ ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں کے حقوق کے

لیے مختلف ریاستوں میں ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے دروازوں پر دستک دے کر مسلمانوں کو حق دلوایا۔ مدارس کے خلاف امریکی یلغار کے آگے بند باندھ کر مدارس کے محافظ ٹھہرے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی دین میں اساسی حیثیت کو اجاگر کر کے مقام صحابہ کے تحفظ کے لیے کلیدی خدمات سرانجام دیں۔

آپ کے کارناموں میں مسلم اقلیت کے حقوق کا تحفظ، مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے سکول، کالج اور مدارس و مکاتب کا قیام نیز ہسپتالوں کا قیام اور دیگر رفاہی خدمات بھی ہیں۔ ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کی، سعودی عرب کے حکمرانوں کو ایک مخصوص طبقے کے اثر سے نکالا، ہندوستان کے آفت زدہ اور فساد زدہ علاقوں میں کروڑوں روپے کی خطیر رقم خرچ کر کے سینکڑوں گھروں کی تعمیر، ہزاروں بے روزگاروں کو روزگار دلایا، لاکھوں افراد کو روزانہ کی بنیاد پر خوراک فراہم کی، دہشت گردی کے جھوٹے الزام میں گرفتار مسلم نوجوانوں کو رہائی دلوائی، آفت سماوی کے دوران صرف ایک علاقے میں جمعیت کے کیمپ میں روزانہ پونے دو لاکھ افراد کو کھانا ملتا رہا ہے۔ تعلیمی حوالے سے مدارس، سکولز اور کالجز کا قیام بھی جمعیت علمائے ہند اور حضرت مدنی کا کارنامہ ہے۔

مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم صاف گو، نڈر اور شفاف کردار کی حامل شخصیت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی آواز ہندوستان کے ایوان اقتدار میں لرزہ بپا کر دیتی ہے۔ آپ کی للکار سے ہندو فرقہ پرست لیڈر ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ حالیہ ہندوستانی الیکشن میں فرقہ پرست تنظیموں کے خلاف آپ کی صدا تمام چینلز نے نشر کی۔ اس سے ہندوستان کے طول و عرض میں انتہا پسند ہندو تنظیموں میں صف ماتم بچھ گئی۔ ان جملہ

خدمات کے ساتھ ساتھ آپ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث اور مسلک دیوبند کے صحیح ترجمان بھی ہیں۔ ہم لوگ آپ کی دعوت پر ہی ہندوستان گئے۔ حضرت سے عزم و استقلال، خدمت خلق اور سلف کی صحیح ترجمانی کا درس لے کر گھروں کو لوٹے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی ذات بالا صفات کا تذکرہ خیر، ایمان افروز حالات، جرأت مندانہ اقدامات، کمال تواضع، خدمت گزاری کے واقعات ہم نے کتابوں میں پڑھے اور مشائخ سے سنے۔ لیکن اس کی عملی تصویر حضرتؒ کے دونوں صاحبزادوں حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ العالی میں دیکھی۔ مولانا سید اسجد مدنی تو سرحدی شہر اٹاری سے ہی ہمارے میزبان اور رفیق سفر بن گئے۔ جگہ جگہ مہمانوں کی خبرداری، سامان کی حفاظت، مختلف مقامات پر منتقلی کی نگرانی خود کرتے رہے۔ ان حضرات کی شفقت و عنایت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے اس پورے سفر کے زادِ راہ کا انتظام انہیں حضرات کی جانب سے رہا۔

آپ کی کمال تواضع اور جذبہ خدمت کو دیکھ کر مجھ جیسا علم و عمل سے کورا انسان مارے شرم کے سوائے زمین میں گڑ جانے کے اور کوئی چارہ نہیں رکھتا۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک، کہاں ہم اور کہاں یہ عظیم شخصیات، لیکن دہلی اور دیوبند دونوں ہی مقامات پر حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کو مہمانوں کی خدمت کے لیے منتظر اور مستعد پایا۔ یہ حضرت کی عظمت اور مدنی نسبت کے کمال کی دلیل ہے ورنہ تو

کہاں میں کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح یہ سب تیری مہربانی

مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ

آپ کے دست راست آپ کے برادر اصغر مولانا سید اسجد مدنی دامت برکاتہم بھی جمعیت کی روح ہیں۔ ھارونَ اَخی۔ اَشْدُدْ بِہٖ اَزْرِی کا صحیح مصداق ہیں۔ آپ کو جمعیت علمائے ہند میں اپنے برادر اکبر فدائے ملت، حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی معیت ورفاقت بھی حاصل رہی۔ بڑے بھائی کا ادب واحترام اطاعت، وفا شعاری آپ کے اعلیٰ نسب واعلیٰ ظرف ہونے کی علامت ہے۔ ایک موقع پر فرمایا کہ ہم بابو (بڑے بھائی) کے سامنے کبھی نہیں بولے۔ خوش پوشاک، خوش گفتار، خوب رو مولانا سید اسجد مدنی شکل وشباہت میں اپنے والد محترم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے مشابہ ہیں۔ جمعیت کی جملہ خدمات میں آپ کا وافر حصہ ہے۔ تمام رفاہی کام مولانا مدنی ایجوکیشنل ٹرسٹ کے تحت سرانجام دیے جاتے ہیں۔

سوئے کوئے یاراں

ہوٹل سے دو بجے دیوبند کے لیے روانگی کا وقت طے ہوا۔ چنانچہ قافلہ ٹھیک دو بجے نماز ظہر سے فارغ ہو کر ہوٹل سے باہر آیا۔ بہترین ایئر کنڈیشنڈ گاڑیاں تیار تھیں۔ ہمارا سامان گاڑیوں میں رکھ دیا گیا اور ہمیں مختلف گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔ احقر، مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری اور مولوی محمد احمد، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ کی قیادت میں ایک گاڑی میں سوار ہوئے۔ قافلہ دیوبند کے لیے روانہ ہوا۔ دلی سے دیوبند 130 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ راستے میں غازی آباد، میرٹھ، مظفر نگر

وغیرہ شہر آتے ہیں۔ دوران سفر قابل حیرت امر یہ تھا کہ تقریباً پورے راستے میں آبادی جڑی ہوئی ملی۔ ہندوستان کی آبادی کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سڑکوں پر میلوں میل گھر اور مارکیٹیں جڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ سڑکوں پر رش کی وجہ سے یہ مختصر فاصلہ طویل ہوگیا۔ دیوبند سے کچھ دیر پہلے سڑک پر موجود چینتل گرینڈ نامی ریسٹورنٹ پر قافلہ رکا۔ یہ ریسٹورنٹ حضرت مدنی دامت برکاتہم کے معتقد خاص جناب واثق نثار صاحب نامی ایک مسلم تاجر کا ہے۔ یہ صاحب نہایت ہی متین اور وضع دار انسان ہیں۔ ان کے جواں سال صاحبزادے عادل صاحب بھی اپنے والد کی طرح دین سے محبت رکھنے والوں میں ہیں۔ ہندوستان کی بہت سی شاہراہوں پر ان حضرات نے اسی طرح کے ریسٹورنٹ بنا رکھے ہیں۔ یہاں سڑک کے دونوں جانب ان کے ریسٹورنٹ ہیں۔ ایک ریسٹورنٹ حال ہی میں تعمیر ہوا۔ اس کا افتتاح ہونا باقی ہے۔ اسی ریسٹورنٹ میں دسترخوان سجایا گیا تھا۔ یہاں مختصر ناشتے کا انتظام تھا۔ ناشتے میں نہایت ہی خستہ ،لذیذ اور عمدہ پکوڑے سینڈوچ، چائے وغیرہ کا انتظام تھا۔ پکوڑے بطور خاص اس طرح کے تھے کہ ہم میں سے اکثر حضرات نے اس معیار کے پکوڑے ابھی تک نہیں کھائے تھے۔ ہمارے میزبان مولانا سید اسجد مدنی نے یہاں نماز ادا کر کے فوراً روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ریسٹورنٹ میں ہی ہم سب نے نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد ثاقب نثار صاحب کا تعارف کروایا گیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ثاقب صاحب حضرت مدنی دامت برکاتہم کے خانوادے کے ہر مہمان کا اکرام کرتے ہیں اور کسی سے کوئی رقم نہیں لیتے۔ یہ حضرت مدنی کی محبوبیت اور عوام میں پذیرائی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

مرکز اسلام دارالعلوم دیوبند

مغرب سے قبل ہم دیوبند کی حدود میں داخل ہوئے۔ جوں جوں دیوبند قریب آرہا تھا ہماری کیفیات تبدیل ہورہی تھیں۔ دیوبند...... جس نے امت کو کیا کچھ نہیں دیا؟ عالم کا حدی خواں دیوبند...... امت کا رہنما دیوبند...... ایک تحریک...... ایک فکر...... ایک پیغام...... ایک راہ...... ایک ایمانی مژدہ...... علم کا گلستان...... جہاد کا درس...... تبلیغ کا منبع...... آزادی ہند کا محرک...... استقلال کا کوہ گراں...... عظمتوں کا امین...... انسانیت کا درد...... ایک سلیقہ...... ایک طریقہ...... ایک شائستگی...... سرفرازی وسربلندی، غرض دارالعلوم دیوبند کو جو بھی کہیے سبھی درست ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز مسلمانوں کے عقائد، معاشرت، معیشت، تمدن،

تعلیم، فکر اور سماج پر چڑھ دوڑا۔ انسانیت کے قتل عام کیا، ظلم و بربریت کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا گیا کہ اہل ایمان سے ہر طرح کی علمی، عملی، فکری متاع چھین لی جائے۔ اہل قلب و جگر مایوسی کے عالم میں بے بس و مجبور ہو کر رہ گئے۔ اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہو کر رہ گیا۔ اسی مایوسی کے عالم میں قافلہ شاہ ولی اللہ کے حدی خواں، خانقاہ حاجی امداد اللہ کے خوشہ چیں، تلامذہ مولانا مملوک علیؒ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حاجی عابد حسین، فقیہ دوراں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسے اکابر و زعماء نے 1866ء میں ضلع سہارن پور کے گمنام، غیر معروف قصبہ دیوبند میں "مدرسہ اسلامیہ" کے قیام کا فیصلہ کیا۔ یہ مدرسہ جہاں اہل ایمان کو علوم نبوت سے سرفراز کرے گا، وہاں مسلمانوں کو ان کے متاع گمشدہ اور غصب شدہ اقدار کے زیاں کا احساس دلائے گا۔ بظاہر دینی ادارہ نظر آنے والا یہ مرکز حریت مستقبل میں برصغیر کی آزادی کے ہمہ گیر جامع نظام کو لاگو کر کے سفید چمڑی والے غیر مسلم غاصب حاکموں کو دیس نکالا دے گا۔ چنانچہ بے سروسامانی کے عالم میں ہی چھتہ مسجد میں ایک انار کے درخت کے نیچے ایک استاذ "ملا محمود" اور ایک شاگرد "محمود حسن" سے ادارے کا آغاز ہوا، جو دیکھتے ہی دیکھتے عالمگیر تحریک کی شکل اختیار کر گیا۔ نصرت الٰہی اس ادارے کے بانیوں کے ساتھ تھی۔ وہ خلوص سے کام کرتے رہے، کام کو مقبولیت نصیب ہوتی گئی۔ تعلیم ایسی کہ اصحاب صفہ کے جانشین تیار ہونے لگے۔ تعمیر کی ضرورت پیش آئی تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی رہنمائی فرما کر نشان لگا دیے۔ رفتہ رفتہ مبلغین، مجاہدین، مفسرین، فقہائے کرام، خطبائے عظام، صحافی، دانشور، سیاست دان، مصنف، مولف، مورخ اور آزادی کے سپوت تیار ہونے لگے۔ اسی دیوبند نے دنیا کی کایا پلٹ

کے رکھ دی۔ عالمی سیاست میں بھونچال بپا کر دیا۔ انسانیت کو ارتقا عطا کی اور مسلمانوں کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔

بے مثال استقبال

دیوبند سے متعلق انہیں تصورات میں گم تھے کہ اچانک نظر پڑی سامنے روڈ پر پولیس اسکواڈ اور چند رفقا کے ساتھ جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم سڑک کے کنارے ہمارے استقبال کے لیے خود کھڑے ہیں۔ تقریباً ایک کلو میٹر لمبا جلوس...... جو مہمان خانے سے لے کر دیوبند شہر سے باہر تک پھیلا ہوا تھا...... اور ہزاروں طلبہ موجود تھے۔ ہماری گاڑی قافلے میں سب سے آگے تھی۔ حضرت پر نظر پڑی تو کم از کم میری کیفیت یہ تھی کہ مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔

حیرت بھری نظروں سے گرد وپیش کے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔گاڑی آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی۔ چند منٹوں بعد دارالعلوم دیوبند کا بورڈ نظر آیا۔جونہی چوک عبور کیا تو گیٹ سے باہر ہی سفید پوش طلبہ وعلما کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہماری جانب لپکا،یہ دارالعلوم دیوبند کے طلبہ وفضلا تھے، جو پاکستان سے آئے ہوئے علمائے کرام کی ایک جھلک دیکھنے اور ان سے مصافحہ کرنے کے لیے نہایت ہی بے تاب تھے،طلبہ گاڑیوں کو آگے پیچھے دائیں بائیں پروانوں کی طرح چپک گئے،پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جارہی تھیں،فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔نعرۂ تکبیر''اللہ اکبر''علمائے پاکستان''زندہ باد'' علمائے دیوبند''زندہ باد''سرفراز وسربلند''دیوبند دیوبند''کے پر جوش نعروں سے خیر مقدم کیا جارہا تھا۔اتنا پرشکوہ منظر،اتنا بڑا اجتماع دیکھ کر میں آبدیدہ ہوگیا،میں نے اپنی گاڑی میں بیٹھے رفقاء کی جانب توجہ کی تو سبھی کی یہی کیفیت تھی۔گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ مجمع بڑھ رہا تھا۔جوش وخروش میں اضافہ ہو رہا تھا۔میری کیفیت یہ تھی کہ میں کبھی تو زاروقطار رونے لگتا،کبھی مارے خوشی کے پھولے نہ سماتا۔سوچتا کہ یہ کوئی خواب تو نہیں۔ہم تو احفاد دیوبند ہیں یعنی دیوبند کے پوتے ہیں،ہم نے دیوبند میں نہیں پڑھا اور احفاد دیوبند کا ابنائے دیوبند استقبال کر رہے ہیں۔یہ وہ مقام ہے جہاں ہم سر کے بل چل کر آتے تب بھی ہمارے لیے سعادت عظمیٰ تھی چہ جائیکہ اہل دیوبند نے ہمیں پلکوں پر بٹھالیا ہے۔

دیوبند کے در ودیوار پر طلبہ کی جانب سے استقبالیہ جملے تحریر تھے۔ان میں مختلف عبارات کے ساتھ عقیدت کا اظہار کیا گیا تھا۔تقریباً 20 سے 30 منٹ تک

استقبال کا سلسلہ دراز ہوا۔ گاڑی بوجھل ہوگئی۔ طلبہ سعادت مندی کے لیے گاڑی کے آگے پیچھے دائیں بائیں سوار ہوگئے۔ سامنے گزرنے کے لیے راستہ نہ تھا۔ ڈرائیور تھا کہ مسلسل ہارن دے رہا تھا۔ پولیس اہلکار راستہ بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی سعادت مندی کے لیے گاڑی کا شیشہ کھولا تو سینکڑوں ہاتھ مصافحہ کے لیے آگے بڑھتے رہے، بالآخر شیشہ بند کرنا پڑا۔ دارالعلوم کافی رقبہ پر محیط ہے، شمال سے ہم داخل ہوئے تھے۔ جنوب میں دارالعلوم کا مہمان خانہ ہے۔ طلبہ کا ہجوم بے قابو تھا۔ حضرت مدنی دامت برکاتہم کو خود آ کر طلبہ کو بٹھانا پڑا۔ ہم گاڑی سے جذباتی کیفیت میں اترے۔ حضرت مدنی دامت برکاتہم نے خود استقبال کیا۔ مہمان خانے کے دروازے پر استقبالیہ تحریروں میں یہ تحریر نمایاں تھی: "آپ کی قربت کے لمحات ہمارے لیے پھولوں کی طرح ہیں، لیکن افسوس کہ پھولوں کی عمر کم ہوتی ہے۔" مہمان خانے پہنچتے ہی جماعت کے ساتھ نماز مغرب ادا کی گئی۔

حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات

نماز مغرب سے فراغت پر دارالعلوم دیوبند کے بزرگ مہتمم حضرت اقدس مولانا محمد ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم اور کچھ دیگر حضرات تشریف لائے۔ ملاقات، معانقہ و مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ دیر حضرت کے ساتھ رہے، حضرت نے کچھ دیر کے بعد اجازت چاہی کہ مجھے سبق پڑھانا ہے اور صبح عمرہ کا سفر ہے، عشاء کو پھر آتا ہوں۔ نیز معلوم ہوا کہ آج شام کا کھانا حضرت مہتمم صاحب کی جانب سے ہوگا۔ فراغت پر مہمان خانے کی عمارت میں بنے خوبصورت ہال میں ہمیں لایا گیا۔ حضرت مدنی

مسجد چھتہ کی ایک قدیم تصویر

دامت برکاتہم کے ساتھ کچھ دیر مجلس رہی۔ خیریت پوچھی، احوال وحالات دریافت کیے۔ ہم نے اپنی تشنگی بجھانے کی کوشش کی۔ یہیں پر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد سعید پالن پوری دامت برکاتہم بھی تشریف لائے، ان سے بھی ملاقات اور تبادلہ خیالات کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مدنی دامت برکاتہم نے ہمارے پاکستانی میزبان حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی مدظلہ کو حکم دیا کہ مہمانوں کو مختلف کمروں میں تقسیم کریں تاکہ مہمان آرام کرسکیں۔ چنانچہ مفتی صاحب تشریف لے گئے اور واپس آکر مجھے کان میں فرمایا کہ کمرہ نمبر 12 میں آپ، حضرت لدھیانویؒ، ان کے خادم محمد احمد اور قاری محمد ادریس

ہوشیار پوری قیام کریں گے۔ہم لوگ کچھ دیر کے لیے اپنے کمرے میں آ گئے۔ہمارا سامان کمرے میں پہنچا دیا گیا۔تھوڑی دیر بعد نماز عشاء کا وقت ہوا تو ہم نے سوچا کہ نماز عشاء کیوں نہ مسجد چھتہ میں ادا کی جائے۔چنانچہ احقر نے مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری اور مولانا صفی اللہ کی معیت میں مسجد چھتہ میں نماز عشاء ادا کی۔

دارالعلوم کی مسجدیں

دارالعلوم دیوبند کی تین مسجدیں ہیں۔

(۱)مسجد چھتہ (۲)مسجد قدیم (۳)مسجد رشید۔

مسجد چھتہ وہ مقام ہے جہاں انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا تھا۔یہاں پر کچھ عرصہ قبل تک وہ انار کا درخت بھی موجود رہا لیکن بعض دینی مصالح کے پیش نظر دارالعلوم کی انتظامیہ نے درخت کو کٹوا دیا ہے۔اس کے صحن کو مسقف کرنے کے لیے اس درخت کی جگہ پر ستون بنا دیا گیا ہے۔اسی کے دائیں کونے میں مسجد کے پہلے دروازے کے سامنے کمرہ ہے،جس پر ”خلوت گاہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ“ مرقوم ہے۔اس کمرے کو تالا لگا تھا۔اس کے سامنے بیٹھ کر کچھ دیر ذکر و مراقبہ کی سعادت حاصل ہوئی۔یہاں نماز عشاء دیر سے ہوتی ہے۔ چنانچہ 8:55 پر نماز عشاء ادا ہوئی۔اس مسجد میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ،طلبہ اور اہل محلہ نماز ادا کرتے ہیں۔یہاں حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ مجاز حافظ محمد طیب صاحب
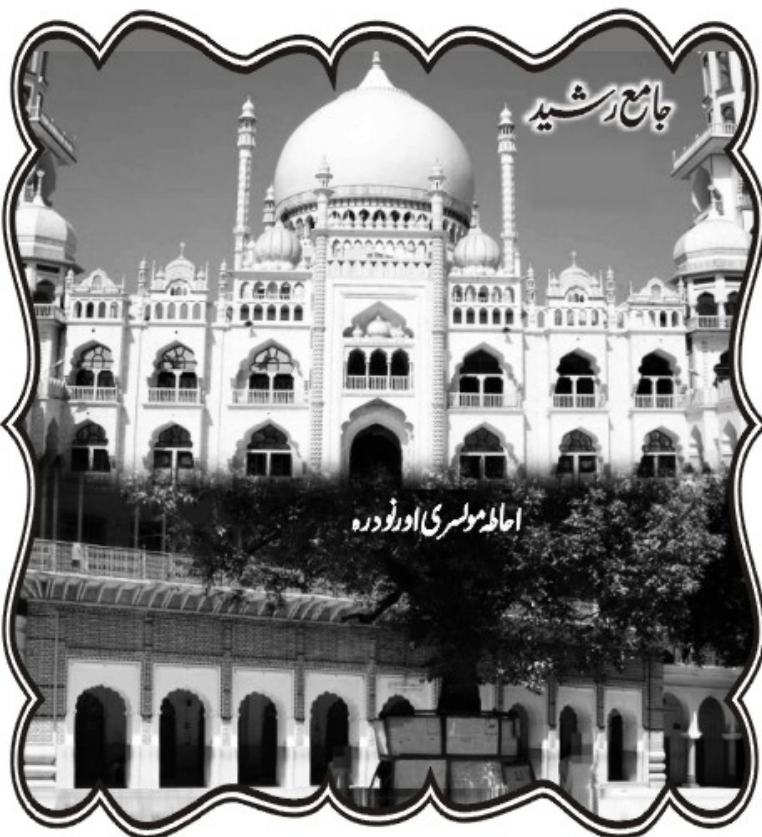
......جو ایک نابینا بزرگ ہیں...... مجلس ذکر بھی کرواتے ہیں۔ مسجد میں ماشاء اللہ خانقاہی ماحول غالب ہے۔ نماز فجر کے بعد سے اشراق تک مجلس ذکر ہوتی ہے۔ جس میں دارالعلوم کے اساتذہ اور بعض طلبہ بھی شوق سے شرکت کرتے ہیں۔

دوسری مسجد "مسجد قدیم" مہمان خانے کے سامنے پتلی سی گلی میں واقع ہے۔ اس کے دو دروازے باہر گلی میں اور ایک دروازہ دارالعلوم کے انتظامی احاطے میں کھلتا ہے۔ اس انتظامی احاطے کے ساتھ "احاطہ مولسری" ہے جس میں "نودرہ" نامی

عمارت واقع ہے۔اس مسجد میں نمازیوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہوتی ہے۔اہل محلہ، مہمانوں اور انتظامیہ کے علاوہ نودرہ وغیرہ کے ارد گرد رہنے والے طلبہ یہاں نماز ادا کرتے ہیں۔اس مسجد کی پیشانی پر کندہ تختی پر مرقوم ہے کہ یہ مسجد بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتوی کے صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے دور اہتمام میں تعمیر ہوئی۔تعمیر سادہ اور پر شکوہ ہے۔روحانی اعتبار سے نہایت پرسکون مقام ہے۔ دارالافتاء وغیرہ بھی اسی مسجد کے قریب ہیں۔

تیسری مسجد "مسجد رشید" چند سال قبل تعمیر ہوئی ہے۔یہ دارالعلوم کی مرکزی مسجد ہے اور دارالعلوم کے احاطے میں واقع ہے۔اکثر طلبہ یہاں نماز ادا کرتے ہیں۔اسی کے تہہ خانے میں اس وقت دارالحدیث شریف ہے۔جس میں 1150 طلبہ حدیث نبوی کے نور سے منور ہو رہے ہیں۔دارالعلوم کی مساجد کی خوبی یہ بھی ہے کہ ہر مسجد کا امام خوش آواز اور آداب نماز کے مطابق امامت کرواتا ہے۔

مہمان خانہ

رات کا قیام مہمان خانے میں ہوا۔دارالعلوم کا مہمان خانہ بھی کسی ادارے سے کم نہیں۔مہمان خانے کے درجن بھر سے زائد کمروں پر اس بلاک میں چار ملازم مستقل طور پر مصروف خدمت رہتے ہیں۔جبکہ کھانا بنانے والا عملہ اس کے علاوہ ہے۔یہ مہمان خانہ مسجد قدیم کے بالمقابل دوسری منزل پر واقع ہے۔بزرگ مہمانوں کے لیے لفٹ لگائی گئی ہے۔مہمانوں کی خدمت اور راحت رسانی کا جو جذبہ اور انتظام ہم

نے یہاں دیکھا وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ دیوبند کی سرزمین میں جذبہ خدمت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اساتذہ، طلبہ، عملہ، گردونواح میں رہنے والے مسلمان سبھی خدمت کو سعادت جانتے اور مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں۔ ہمارے پڑوس میں کمرہ نمبر 13 میں حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب سمیت تقریباً آٹھ لوگ قیام پذیر تھے۔ عشاء کے بعد دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم کی جانب سے ضیافت کا انتظام تھا۔ حضرت نے صبح عمرے پر روانہ ہونا تھا۔ اس لیے مہمانوں سے ملاقات اور ضیافت کے بعد تشریف لے گئے۔

7-اپریل بروز سوموار

علی الصبح نماز فجر سے فراغت کے بعد ناشتے کے لیے بلایا گیا۔ ناشتے سے فراغت پر اطلاع ملی کہ گاڑیاں تیار ہیں اور قافلے کو اولاً نانوتہ پھر گنگوہ، سہارنپور اور آخر میں رائے پور جانا ہے۔ ہم لوگ جلدی سے تیار ہو کر گاڑیوں میں آ گئے اور قافلہ روانہ ہوا۔

جامعہ اسلامیہ للبنات دیوبند

نانوتہ جاتے ہوئے دیوبند میں ہی ہمارے میزبان حضرت مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ اپنے قائم کردہ ادارے ”جامعہ اسلامیہ للبنات“ دیوبند لے گئے۔ مدرسہ میں تعلیم جاری تھی۔ ہم نے مدرسہ کا باہر سے ہی معائنہ کیا۔ نہایت ہی دلکش پختہ

عمارت کے دونوں جانب باسلیقہ خوبصورت لان، صاف ستھرے ماحول نے مہمانوں کو خوب متاثر کیا۔طالبات کے اس غیر اقامتی مدرسہ میں ساڑھے تین سال کی بچی کو ہی داخلہ ملتا ہے اور اسے گیارہ سالوں میں ناظرہ قرآن کریم، مڈل تک عصری تعلیم، غذا و تغذیہ یعنی ہر عمر کے مرد و زن کی خوراک کیا ہونی چاہیے، کیسے تیار کی جائے اور ضروری دینی تعلیم دی جارہی ہے۔دلچسپ امر یہ ہے کہ اس مدرسہ کی سند کو حکومت ہند نے سردست مڈل کے مساوی قرار دیا ہوا ہے۔جبکہ دو سال کے تعلیمی دورانیہ کے اضافہ کے ساتھ جلد ہی میٹرک کے مساوی قرار دیا جائیگا۔مدرسہ کے معائنہ سے فارغ ہو کر نانوتہ کا سفر شروع ہوا۔

نانوتہ میں چھپے ہیرے

نانوتہ دیوبند سے 26 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مدرسہ دیوبند کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مدرسہ دیوبند کے محاسب حضرت مولانا محمد منیر نانوتویؒ اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے بانی اور دار العلوم کے رکن شوریٰ مولانا مظہر نانوتویؒ کا تعلق اسی گاؤں سے تھا۔حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد منیر نانوتویؒ کی قبور بھی نانوتہ میں ہیں۔جبکہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سرزمین دیوبند میں مقبرہ قاسمی میں مدفون ہیں۔نانوتہ چوک سے سہارن پور کی جانب تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر سڑک کی بائیں جانب مختصر سے احاطے میں چار قبریں ہیں۔ان میں ایک قبر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جبکہ دوسری مولانا محمد منیر نانوتویؒ کی ہے۔ہم ان

قبور پر حاضر ہوئے، سلام پیش کیا اور ایصال ثواب کرنے کے بعد گاڑیوں میں آ گئے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی ولادت 1249ھ اور وفات 1305ھ میں ہوئی۔ آپ مولانا مملوک علیؒ کے تلمیذ رشید اور دارالعلوم دیوبند کے بنیادی اراکین میں سے تھے۔ آپ کو دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ علمی لیاقت اور تقویٰ دونوں میں کمال حاصل کیا۔ علوم متبحر رہتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحبؒ رات کو مطالعہ فرما رہے تھے کہ اچانک آیت قرآنی

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (۳۹ النجم)

اور یہ کہ انسان کو خود اپنی کوشش کے سوا کسی اور چیز کا (بدلہ لینے کا) حق نہیں پہنچتا (۳۹)

پر اشکال پیش آیا کہ ہر انسان کو تو اس کی سعی و کوشش ہی کام آئے گی تو پھر ایصال ثواب کا کیا معنیٰ؟ یہ تو دوسروں کا عمل ہے، اس کا فائدہ کیسے پہنچے گا؟ صبح سبق پڑھانا تھا۔ حضرت اسی وقت حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نانوتہ روانہ ہو گئے، صبح تک پہنچے اور حضرت سے اپنا مدعیٰ بیان کیا۔ حضرت نے فوراً یہ مختصر جواب دے کر اعتراض ختم کر ڈالا۔ "سعی سے مراد سعی ایمانی ہے نہ کہ سعی اعمال۔" یعنی ہر ایک کو اپنا ایمان کام دے گا دوسرے کا نہیں۔ آپ مطمئن ہو کر واپس دیوبند روانہ ہوئے اور صبح پڑھائی شروع ہونے تک پہنچ کر سبق پڑھایا۔ آپ صاحب کرامت اور مشہور بزرگ تھے۔ آپ کی کرامت کا صدور بعد از وفات بھی رہا۔ کہتے ہیں

کہ نانوتہ میں وبا پھوٹ پڑی۔ کوئی ہندو حضرت کی قبر سے مٹی لے گیا، مٹی اپنے ساتھ باندھ لی اور شفایاب ہوا، اس نے پورے علاقے میں یہ مشہور کر دیا۔ لوگوں نے قبر سے مٹی اکھاڑ اکھاڑ کر لے جانا شروع کر دی۔ حضرت کے صاحبزادے روزانہ قبر پر مٹی ڈالتے اور لوگ اٹھا کر لے جاتے، بالآخر صاحبزادے تنگ ہو گئے اور قبر پر آ کر گویا ہوئے: "آپ کی کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی، یاد رکھو اگر اب کوئی شفایاب ہوا تو ہم مٹی نہیں ڈالیں گے، ایسے ہی پڑے رہنا۔" وہ دن اور آج کا دن پھر یہ کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔

حضرت کسی قدر مجذوب بھی تھے۔ دیوبند میں ایک زمانے میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔ حضرت نے پہلے سے پیشین گوئی فرما دی تھی اور لوگوں سے فرمایا ہمہ قسم صدقہ کرو۔ بعض لوگوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کوئی ضرورت پیش آئی ہو گی، تبھی صدقہ کی ترغیب دے رہے ہیں، کسی نے یہ بات حضرت کو بتا دی، اس پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا: "یعقوب، یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند۔" یہ بار بار فرماتے رہے۔ حاجی عابد حسین صاحبؒ اپنے حجرے میں اس جملے کو سن کر گھبرا کر باہر نکل آئے، حضرت نے فرمایا اب تو ہو گا۔ اس کے بعد کثرت سے وبا پھیلی۔ پچیس پچیس جنازے اکٹھے اٹھائے گئے۔ دیوبند خالی ہو گیا۔ حضرت نے وبا کے خاتمے پر آسمان کی جانب دیکھ کر فرمایا تھا کہ میں نے سمجھا تھا میں بھی چلا جاؤں گا۔ پھر آپ نانوتہ تشریف لے گئے اور وہیں وفات ہو گئی۔ آپ 19 سال تک دیوبند کی تدریس کی صدارت کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے پہلو میں حضرت مولانا محمد منیر نانوتویؒ مدفون ہیں۔ یہ دارالعلوم دیوبند دفتر کے شعبہ اکاؤنٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی دارالعلوم کے پہلے محاسب تھے۔ بعد میں دارالعلوم کے مہتمم بھی رہے۔ آپ کی ولادت 1247ھ میں ہوئی اور وفات غالباً 1313ھ میں ہوئی۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ دارالعلوم کی روئیداد طبع کروانے دہلی تشریف لے گئے۔ دارالعلوم کے پیسوں میں سے مبلغ -/250 روپے گم ہو گئے۔ خاموشی سے اپنی جائیداد فروخت کی اور دارالعلوم کے حساب میں 250 روپے جمع کروا دیے۔ مہتمم مدرسہ کو علم ہوا تو انہوں نے دارالعلوم کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو خط لکھ کر مطلع فرمایا۔ ساتھ ہی مسئلہ دریافت کیا کہ کیا یہ رقم ان کے ذمہ واجب ہے یا مدرسہ ادا کرے؟ حضرت نے جواباً فرمایا کہ امانت کی ضمان نہیں ہوتی۔ لہٰذا مدرسہ کی جانب سے رقم ان کو ادا کی جائے۔ مہتمم صاحب نے مولانا منیر صاحب کو آگاہ کیا تو گویا ہوئے: ”مولانا رشید کی ساری فقہ ہمارے لیے ہی رہ گئی، اپنے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو کیا رقم جمع نہ کرواتے، میں کبھی نہیں قبول کروں گا۔“ یہ کہہ کر حضرت نے رقم لینے سے انکار فرمادیا۔

گنگوہ حاضری

نانوتہ سے ہم گنگوہ روانہ ہو گئے۔ نانوتہ اور گنگوہ کا درمیانی فاصلہ تقریباً 17 کلو میٹر ہے۔ گنگوہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مزار کے متصل ہی ”مدرسہ مدنیہ تعلیم القرآن گنگوہ“ واقع ہے۔ اس مدرسہ کے منتظم حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے صاحبزادگان مولانا مفتی سید ازہر مدنی اور مولانا سید حسین مدنی ہیں۔

ہمیں مدرسہ لایا گیا۔ ماشاء اللہ طلبہ تعلیم میں مصروف تھے۔ مدرسہ کی تعمیر بھی جاری تھی۔ وسیع وعریض جگہ پر قائم یہ مدرسہ اہل علاقہ کی علمی تشنگی کو سیراب کر رہا ہے۔ یہاں پر تکلف ضیافت کا اہتمام تھا۔ فراغت پر قبرستان حاضر ہوئے۔

قبرستان میں پہلی قبر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سرپرست دارالعلوم دیوبند، خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی ہے۔ آپ کے پہلو میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مسعود احمد صاحبؒ اور قدموں میں وفا شعار، خدمت گزار، عابدہ وزاہدہ عالمہ ومحدثہ صاحبزادی مسماۃ میمونہؒ آرام فرما ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ اپنی اس صاحبزادی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر خواتین کو اجازت و خلافت دینے کا اکابر کا معمول ہوتا تو میں بھی اپنی بیٹی کو خلافت واجازت سے نوازتا۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے کمالات ظاہری وباطنی سے نوازا تھا۔ علمی رسوخ تو آپ کی شرح بخاری "اللامع الدراری" سے واضح ہے۔ یہ صحیح بخاری کی عربی میں لاجواب شرح ہے، تطبیق احادیث میں حضرتؒ کی بیان کی گئیں توجیہات دل میں اتر جانے والی ہوتی ہیں۔ کمال باطنی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ذوق میں آکر فرمایا: "ایک بات بتاؤں" تین بار یہ جملہ کہا اور پھر فرمایا: "تین سال تک میرے شیخ کی تصویر میرے دل میں رہی اور میں نے کوئی کام ان سے پوچھے بغیر نہیں کیا۔" پھر فرمایا: "اور بتاؤں" یہ جملہ بھی تین بار فرمایا کہ "بارہ سال تک جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک میرے دل میں نقش رہی اور میں نے کوئی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں کیا۔" یہ بات آپ نے تصور شیخ کا معنی سمجھاتے ہوئے فرمائی۔ آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے جو فرماتے پورا ہو جاتا۔

1299ء میں سفر حج پر تشریف لے گئے۔ حج پہ جانے کے لیے بندرگاہ پہنچے۔ جہاز ایک روز قبل روانہ ہو گیا تھا۔ دوسرے جہاز کی روانگی میں تاخیر تھی۔ گیارہ روز تک بمبئی رکنا پڑا۔ 20 ذوالقعدہ کو جہاز میں سوار ہوئے، لیکن جہاز بائیس تاریخ تک روانہ نہ

مزار مبارک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

ہوا۔لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ اس سال حج نہیں مل سکتا۔راستہ طویل ہے،وقت مختصر ہے نیز راستے میں قیام بھی ہونا ہے۔اس خیال سے لوگوں نے جہاز سے اترنا شروع کر دیا۔حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا: لوگوں سے کہہ دو وہ عزم حج فسخ نہ کریں۔ہمیں ان شاء اللہ ضرور حج کرنا ہے،کیونکہ میں اپنے آپ کو منیٰ،عرفات اور مزدلفہ میں دیکھ چکا ہوں۔اس پر کچھ لوگ تو رک گئے اور کچھ اتر گئے۔عطاء اللہ صاحب نامی ایک حافظ نے بھی اترنے کا ارادہ کیا۔حضرت نے منع فرمایا،وہ وعدہ کرنے کے باوجود اتر گئے۔حضرت کو بہت ملال ہوا تو فرمایا: ان کی قسمت میں حج ہے ہی نہیں۔اس کے بعد حافظ صاحب ہر سال کوشش کرتے رہے لیکن حج نہ کر سکے۔ایک مرتبہ تو سواری بھی گھر پر منگوائی،روانہ ہونے کو ہی تھے،سوچا کہ کچھ دیر آرام کر لوں۔تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گئے۔جب اٹھے تو کمر میں شدید درد شروع ہو گیا۔چنانچہ ارادہ سفر مؤخر اور پھر فسخ کرنا پڑا۔ادھر حضرت گنگوہی کا جہاز روانہ ہوا،راستے میں جہاں رکتا تھا کچھ لوگوں نے اس کے قریب جہاز کے عملے کے سامنے نیزے سیدھے کر کے جہاز کی انتظامیہ سے جہاز سیدھا جدہ لے جانے کا کہا۔چنانچہ جہاز جدہ پہنچا۔لیکن یہاں اعلان ہوا کہ حاجیوں کو نہیں اترنے دیا جائے گا اور جہاز قرنطینہ واپس لے جایا جائے گا۔اس پر حاجیوں میں تشویش پیدا ہوئی،حضرت مطمئن تھے۔فرمایا کہ ہم واپس نہیں جائیں گے یہیں اتریں گے،لیکن آج نہیں کل۔چنانچہ اگلے روز جہاز سے اترنے کی اجازت مل گئی۔مکہ کے راستہ میں ہی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ملاقات ہو گئی۔آپؒ نے فرمایا کہ اگر جہاز میں مولانا گنگوہیؒ نہ ہوتے تو حج کسی کو بھی نہ ملتا۔حضرت میں تواضع بھی کمال درجہ کی تھی۔

ایک مرتبہ دیوبند میں طلبہ پڑھ رہے تھے کہ بارش آگئی، طلبہ اٹھ کر کمروں میں چلے گئے۔ حضرت نے اپنی چادر میں طلبہ کے جوتے اکٹھے کیے اور اٹھا کر کمروں تک پہنچائے۔

حضرت گنگوہیؒ کو اتباع سنت میں اعلیٰ درجے کا ذوق حاصل تھا، بدعت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ گنگوہ میں حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کا مزار مبارک ہے، اس مزار پر اہل بدعت کے اثرات تھے اور وہ سالانہ عرس کرتے۔ حضرت عرس کے دنوں میں گنگوہ چھوڑ دیتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے سنت و بدعت کا فرق حضرت گنگوہیؒ نے ہی سمجھایا۔ حضرت تھانویؒ کی اس سلسلے میں حضرت گنگوہیؒ سے مکاتبت رہی۔ حضرت گنگوہیؒ کی تحریرات کی برکت سے حضرت تھانویؒ کی اصلاح ہوئی۔ حضرت تھانویؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے وصال پر ایک رسالہ بھی تحریر کیا۔ جس کا نام "یادِ یاراں" ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کی یہی نسبت علمائے دیوبند کا طرہ امتیاز ہے۔ صحابہ کرامؓ میں جو مقام اتباع سنت کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حاصل ہے، وہی مقام علمائے دیوبند میں حضرت گنگوہیؒ کو حاصل ہے۔

ہم نے حضرت گنگوہیؒ اور آپ کے خاندان کی قبور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا، ایصال ثواب کیا۔ ان قبروں کے قریب ہی بڑی سڑک پر مسجد واقع ہے۔ یہاں ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ گنگوہ میں اہل سنت اور اہل بدعت کی باہمی چپقلش عروج پر رہتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ...... جو سلسلہ چشتیہ کے شجرہ طیبہ کے بڑے

بزرگوں میں سے ہیں...... کی مزار پر اہل بدعت کے قبضہ وتسلط کے بعد اہل سنت بہت محتاط اور خبردار ہیں۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کے اردگرد کے تمام رقبہ جات اہل حق نے خرید لیے، تاکہ کوئی بدعتی یہاں پر فتنہ وفساد کی کوشش نہ کرے۔

کچھ ہندوستان کے بارے میں

گنگوہ سے ہمارا قافلہ ''سہارن پور'' روانہ ہوا۔ گنگوہ سے سہارن پور کا فاصلہ 45 کلومیٹر ہے۔ ہم تقریباً ایک گھنٹے میں سہارن پور جا پہنچے۔ سہارن پور ضلعی صدر مقام ہے۔ دیوبند، گنگوہ، رائے پور اور نانوتہ سبھی اس ضلع میں واقع ہیں۔ یوں تو پنجاب اور یوپی زرعی علاقے ہیں۔ ہمیں خوشگوار تعجب ہوا کہ ہندوستان کے تقریباً آٹھ سو کلومیٹر سفر میں ہم نے ایک مرلہ زمین بھی بنجر نہیں دیکھی۔ وافر پانی، کاشت کاروں کو حکومتی مراعات کی وجہ سے رقبہ آباد، زمین سرسبز و شاداب اور علاقے باغات سے گھرے ہوئے ہیں۔ درختوں پر ہریالی اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ گنگا اور جمنا سے نکلنے والی نہروں کا بھی ایک جال بچھا ہوا ہے۔ لوگ محنتی اور جفاکش ہیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی اپنی حیثیت کے مطابق مصروف عمل ہیں۔ ہندوستان کی ایک دیسی صنعت بھی جابجا دیکھنے میں آئی اور وہ ہیں ''اوپلے''۔ دیہاتوں میں ہر گھر میں مویشی پالے جاتے ہیں۔ تقریباً ہر گھر سے باہر سلیقے کے ساتھ اوپلے جڑے ہوئے رکھے نظر آئے۔ ان اوپلوں کو بارش سے بچانے کے لیے جگہ جگہ گول گول گھیرے بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر ایک روپے میں ایک اوپلا فروخت ہوتا ہے۔ حیرت کی

بات یہ ہے کہ یہ گھیرے بالکل گولائی میں نیچے سے بڑے اور اوپر سے چھوٹے گنبد کی شکل میں بنائے گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہاں کی خواتین کو اس سلسلے میں خاص مہارت حاصل ہے۔

جن راستوں پہ ہمارا سفر ہوا وہ راستے نہایت ہی خستہ حالت، ٹوٹی پھوٹی سڑکیں تھیں، طویل و عریض سفر سے ایسا معلوم ہوا کہ ہندوستانی حکومت نے ابھی تک سڑکوں، ہائی وے اور موٹر وے میں کوئی زیادہ دلچسپی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں روڈ کا سفر نہایت ہی مشقت و تھکن کا سفر ہوتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں ریلوے کا نظام پاکستان سے بہت بہتر ہے ہمیں یوں محسوس ہوا کہ پاکستان نے سڑکوں اور ہندوستان نے ریلوے میں ترقی کی۔

سہارن پور میں

ہم لوگ تقریباً اڑھائی بجے سہارن پور پہنچے۔ سیدھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ؒ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے مکان پر حاضر ہوئے۔ مرکزی شاہراہ سے اندر گلی میں "مظاہر العلوم" سہارن پور واقع ہے۔ اس سے آگے برلب سڑک چھوٹا سا مکان ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ؒ اسی مکان میں اقامت پذیر تھے، اسی مکان کو حضرت اپنی خودنوشت سوانح حیات میں "کچا مکان" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی مکان کے بالا خانے پر وہ کمرہ ہے جس میں حضرت ؒ کتب تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ مختصر سے اس مکان کے شروع میں

ایک بیٹھک نما کمرہ واقع ہے۔اس سے نکل کر چھوٹے سے صحن میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔صحن کے ایک حصے پر چھت ڈال دی گئی ہے۔یہاں بلند فرشی نشست گاہ بنائی گئی ہے۔اس نشست گاہ کے مشرقی حصے میں حضرت الشیخ مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کی نشست گاہ ہے۔سامنے مہمانان گرامی بیٹھتے ہیں۔اردگرد خدام بھی موجود رہتے ہیں۔صحن کے مشرق اور شمال میں بھی ایک ایک کمرہ ہے۔شمالی کمرہ تو غالباً کتب خانہ ہے ہمیں کمرے میں جانے کا اتفاق تو نہیں ہوا،لیکن خدام کمرے سے کتابیں لا لا کر حضرت کو پیش کر رہے تھے۔اس سے اندازہ ہوا کہ یہ کمرہ کتب خانہ ہے۔حضرت کی نشست گاہ سے اوپر ایک مختصر الماری کتب کے لیے لگائی گئی تھی،جس میں مختلف کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ہم سب نے حضرت سے مصافحہ کیا اور حضرت کے ساتھ ہی نشست گاہ پر بیٹھ گئے۔اس مختصر جگہ میں کچھ مہمان تو سما گئے اور کچھ کمروں کے سامنے والے حصے پر بیٹھ گئے۔حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم حضرت الشیخ مولانا محمد زکریاؒ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔غالباً مولانا محمد طلحہ صاحب لا ولد ہیں۔حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اپنے والد گرامی کے روحانی سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔آپ کے خلفاء و مریدین دنیا بھر میں موجود ہیں۔نہایت ہی سادہ طبع اور منکسر المزاج ہیں۔تعارف اور خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد فوراً دستر خوان لگا دیا گیا۔کھانے کا سادہ اور معقول انتظام تھا۔کھانے میں خانقاہی مزاج و رنگ نمایاں تھا۔حضرت نے مہمانوں کو مدرسہ مظاہر العلوم جدید میں جانے کی تاکید فرمائی اور وہیں جا کر نماز ظہر ادا کرنے کا حکم دیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اپنے زمانے کے محدثِ جلیل، فقیہ، شیخ طریقت، مبلغ اور امت کے بے مثال مصلح تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ رشید اور خادم خاص تھے۔ حضرت کاندھلوی نے آپ کی نہایت ہی اعلیٰ طریقہ اور خصوصی نگہداشت میں تربیت فرمائی۔ تعلیم میں بھی حضرت شیخ کو منفرد طریقے سے نوازا گیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ مظاہر العلوم سہارن پور میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی خصوصی تربیت میں رہے۔ حضرت سہارن پوریؒ نے "بذل المجہود" شرح سنن ابی داؤد، "المہند علی المفند" یعنی عقائد علمائے دیوبند وغیرہ کتب تصنیف فرمائیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے "اوجز المسالک" شرح مؤطا امام مالک تحریر فرمائی۔ آپ کی صحیح بخاری کی اردو تقریر نیز الکنز المتواری، تبلیغی نصاب وغیرہ کتب کو عوام و خواص میں مقبولیت نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے زندگی بھر تبلیغ اور تزکیہ کے شعبے میں بھی امت کو فیض یاب کیا۔ آپ کے خلفا دنیا بھر میں اصلاح خلق کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں 1349ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ بھی ہجرت فرما کر مدینہ منورہ مقیم ہو گئے۔ یکم شعبان 1402ھ بروز بدھ بعد نماز عصر مدینہ منورہ میں ہی راہی اجل ہوئے اور جنت البقیع میں اپنے شیخ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

احقر کو عمرے کے ایک سفر میں مسجد نبوی کی صف اول میں محراب کے قریب نماز کی سعادت حاصل ہوئی۔ نماز کے انتظار میں کافی وقت گزارنا پڑا۔ میرے پہلو میں ایک ضعیف العمر عرب بزرگ ایک کتاب ہاتھ میں لیے بطرز تلاوت پڑھ رہے تھے۔ یہ فقہ کی کتاب تھی۔ میں کچھ دیر سنتا رہا، اس کے بعد ڈرتے ڈرتے ان سے گفتگو شروع کی۔ معلوم ہوا کہ وہ مالکی شیخ ہیں۔ میں نے مالکی شیخ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی کتاب ''اوجز المسالک'' کے متعلق سوال کیا تو فرمانے لگے کہ میں حضرت شیخ کو جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ شیخ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ نیز ان کی قبر کو دو مرتبہ دوسری میتوں کو دفن کرنے کے لیے کھودا گیا۔ حضرت کا جسد عنصری بالکل صحیح سالم تھا۔ بعد میں اسی طرح قبر بند کر دی گئی اور پھر دوبارہ نہیں کھولی گئی۔

جامعہ مظاہر العلوم

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم سے اجازت لے کر جامعہ مظاہر العلوم (جدید) حاضر ہوئے۔ بدقسمتی کہ مظاہر العلوم بھی اختلاف کا شکار ہو کر تقسیم ہو گیا ہے۔ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے متعلقین اور اکثر اساتذہ وطلبہ مدرسہ مظاہر العلوم جدید میں آگئے ہیں۔ مدرسہ مظاہر العلوم جدید ماشاء اللہ نہایت ہی خوبصورت اور پختہ عمارت ہے، جہاں طلبہ کا جم غفیر موجود تھا۔ سامنے ہی دار الحدیث کی پرشکوہ عمارت ہے۔ جبکہ گلی کی مغربی جانب درسگاہوں کا خوبصورت بلاک تعمیر ہوا ہے۔ یہ عظیم الشان عمارت چند سالوں میں تیار ہوئی ہے۔ نماز ظہر مسجد میں باجماعت ادا کی۔ نماز ظہر کے بعد انتظامیہ نے مہمان خانے میں چائے کے ساتھ تواضع کی۔ یہاں کے مشہور اساتذہ میں حضرت

مولانا محمد شاہد صاحب سہارن پوری مدظلہ دہلی گئے ہوئے تھے۔ ان سے ہمارے قافلے کے چند رفقاء کی دہلی میں ہی ملاقات ہوئی تھی۔ دوسرے مشہور استاذ مولانا محمد عاقل صاحب ہیں۔ انہوں نے سنن ابی داؤد کی شرح تصنیف کی ہے۔ حضرت سبق پڑھانے کے لیے تشریف لائے تو ان سے نیازمندی حاصل ہوئی۔ ہماری خواہش تھی کہ مدرسہ مظاہر العلوم قدیم بھی حاضری ہو۔ اس خواہش کا اظہار بھی کیا لیکن تنگی وقت اور بعض دیگر وجوہ سے ہم وہاں نہ جاسکے۔ ہم یہاں سے روانہ ہوئے تو ہمارے اگلی منزل ''رائے پور'' شریف تھی۔

خانقاہ رحیمیہ رائے پور حاضری

''رائے پور'' برصغیر کی شہرہ آفاق خانقاہ ہے۔ یہ وہ خانقاہ ہے جس نے خلق خدا کو معرفت حق تعالیٰ کے جام بھر بھر کے پلائے، بھٹکی انسانیت کو خدا تعالیٰ تک پہنچایا، بے چین لوگوں کو سکھ چین دیا، امت کے عقائد کی حفاظت کی، مسلمانوں کے زنگ آلودہ قلوب کو ذکر اللہ سے صیقل کر کر کے تزکیہ قلوب کا نبوی مشن نبھایا۔ ذکر و معرفت کی شمعیں روشن کیں۔ اسی خانقاہ سے تحریک آزادی کو باطنی قوت فراہم ہوئی۔ یہی خانقاہ تحریک ریشمی رومال اور اس تحریک کے بانی شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کی پشت پناہ تھی۔ اسی خانقاہ سے تبلیغ دین کی تحریک ''تبلیغی جماعت'' کے گلشن کو سیرابی نصیب ہوئی۔ اسی خانقاہ کی کوکھ سے تحریک تحفظ ختم نبوت نے جنم لیا۔ اس خانقاہ کے خوشہ چین آزادی ہند کے مجاہد کہلائے۔ یہی دارالعلوم دیوبند کا پاور ہاؤس مقام ہے۔ یہ گنگوہی نسبت کی ترویج کا مرکز ہے۔ میری اور میرے شیخ کی نسبت بھی اسی خانقاہ سے ہے۔ احقر کو شیخ حضرت

لدھیانوی ؒ سے اجازت بیعت حاصل ہوئی اور انہیں حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب ؒ سے اور انہیں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے اور انہیں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری ؒ سے اجازت وخلافت ملی۔ میرے والد محترم اور حضرت لدھیانوی ؒ کی پہلی بیعت کا تعلق بھی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ سے تھا اور شاہ صاحب اس خانقاہ کے مربی ومرشد تھے۔ گویا کہ دیوبند ہمارا علمی خانوادہ اور رائے پور روحانی مرکز ہے۔ ان دونوں کا سرا اوپر جا کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ سے ہوتا ہوا حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ تک جا پہنچتا ہے۔

سفر میں رائے پور حاضری کی تحریک حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اور تائید پورے قافلے کی۔ قافلہ رائے پور کی جانب بڑھ رہا تھا۔ دریائے جمنا سے نکلنے والی ایک بڑی نہر شمالاً جنوباً رواں ہے۔ آگے جا کر ایک نہر شرقاً غرباً نکل کر رواں دواں ہے۔ یہ نہر ایک برساتی نالا ہے۔ ان دونوں نہروں کے سنگم پر روحانیت کا بحر بے کراں جاری وساری ہے۔ وسیع وعریض رقبہ پر محیط یہ خانقاہ رائے پور ہے۔ جو دنیا میں ہی "تجری من تحتھا الانھار" کا مصداق ہے۔ خانقاہ کے اندر آموں کا عظیم الشان، خوبصورت لہلہاتا باغ ہے۔ آم کے باغ کے علاوہ قسم قسم کے درخت ماحول کو شاداب اور حسین بنا رہے ہیں۔ گاڑیوں سے اتر کر سیدھے خانقاہ میں پہنچے۔ خدام کو پہلے سے اطلاع کر دی گئی تھی، سب لوگ انتظار میں تھے۔ خانقاہ کی پرانی عمارت کا کچھ حصہ باقی ہے اور کچھ حصے کی دیواریں اور پرانی ہیئت کو باقی رکھ کر پختہ کر دیا گیا ہے۔ خانقاہ میں سب سے پہلے باجماعت نماز عصر ادا کی۔ نماز عصر کے

بعد خاطر تواضع کا انتظام تھا، پھل، بسکٹ اور چائے سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ فراغت پر قافلے کے کچھ حضرات نے یہاں بیٹھ کر مجلس ذکر منعقد کروائی۔ مجلس ذکر میں حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب اور چند دیگر احباب شریک ہوئے۔ ہم لوگ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے مزار کی جانب روانہ ہوئے۔ مزار کے متصل قدیمی مسجد ہے۔ اس مسجد کا باہر سے نقشہ، خانقاہ سراجیہ پاکستان سے مشابہ ہے۔ حضرت شیخ لدھیانوی نور اللہ مرقدہ نے بتایا کہ خانقاہ سراجیہ کی مسجد کی تعمیر کے لیے معمار رائے پور سے بلائے گئے تھے، شاید ان معماروں کو اسی طرز کی مسجد تعمیر کرنے کا حکم ہوگا۔

مسجد میں عصر کے بعد ختم خواجگان کا عمل جاری تھا۔ ختم خواجگان کے بعد دعا کروائی گئی۔ ہم لوگ قبرستان میں داخل ہوئے۔ اس قبرستان میں اوپر کی جانب حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی قبر اطہر ہے۔ مشرقی جانب پہلی قبر حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ کی ہے جو شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے جانشین تھے۔ آپ کا مسکن سرگودھا تھا، لیکن وصیت کے مطابق وفات کے بعد تدفین کے لیے انہیں رائے پور لایا گیا تھا۔ عجب اتفاق ہے کہ خانقاہ کے دوسرے سرپرست حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ زندگی بھر رائے پور مقیم رہے۔ آپ پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ یہیں پر آپ کا وصال ہوگیا۔ ان کی تدفین ''ڈھڈیاں''، ضلع سرگودھا پاکستان میں ہوئی اور مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ پاکستان میں رہے تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے جانشین ٹھہرے۔ لیکن تدفین رائے پور میں ہوئی۔'' پہنچی وہیں پہ

خاک جہاں کا خمیر تھا"

قبور پر سلام و ایصال ثواب کے سلسلے سے فراغت ہوئی۔ خانقاہ کی حدود میں قائم مدرسہ کے سامنے آئے۔ اس مدرسہ کی ایک جانب پرانے طرز کی ایک عمارت...... جس پر تنکوں کی ترچھی چھت ڈالی گئی ہے...... موجود ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی خانقاہ کے اکابرین کا بھی اجمالی تذکرہ ہدیہ قارئین کر دیا جائے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

"ہریانہ" کے ضلع انبالہ کے گاؤں "تیگری" میں راجپوت خاندان آباد تھا۔ یہاں کے ایک دیندار نوجوان راؤ محمد اشرف کا رشتہ ازدواج راؤ ولی محمد خان کی صاحبزادی سے ہوا۔ یہ سسر و داماد دونوں ہی رئیس الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ دونوں ہم مشرب، ہم قوم اور ہم مزاج تھے۔ حق تعالیٰ نے راؤ محمد اشرف کو 1270ھ بمطابق 1853ء میں ایک باکمال بچہ عطا کیا، جس کا نام عبدالرحیم رکھا گیا۔ اسی دوران 1857ء میں انگریز کے خلاف جنگ آزادی شروع ہوئی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور آپ کا طائفہ عملاً شریک جہاد ہوا، لیکن تکوینی طور پر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ انگریز نے تحریک کچل دی اور ان اکابر کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیے۔ حضرت حاجی صاحب انگریز کے خاص نشانے پر تھے، اس لیے حاجی صاحبؒ اور ان کے رفقاء پر دو سال کا عرصہ قیامت سے کم مصیبت کا نہیں گزرا۔ آپ نے دو سال کا کٹھن عرصہ مختلف مقامات پر روپوشی میں

گزارا، بالآخر مکہ مکرمہ ہجرت کا ارادہ فرمایا، ہجرت کے لیے پنجاب کے مختلف علاقوں سے گزر کر جانا تھا، حضرت حاجی صاحب چھپتے چھپاتے ''تیگری'' تشریف لائے اور راؤ محمد اشرف کے مہمان ہوئے، کچھ عرصہ یہاں قیام رہا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنے شیخ و مرشد سے ملاقات کے لیے ہزار جتن کر کے صعوبتیں اٹھاتے، پاپیادہ کھیتوں کھلیانوں سے گزر کر رات بھر سفر کرتے اور دن کو جھاڑیوں میں چھپ جاتے۔ یوں طویل سفر کرنے کے بعد یہاں پہنچے۔ ان دونوں بزرگوں کی نظر اس کم سن عبدالرحیم پر پڑی، یہ نظریں ہی اس بچے کو باکمال بنا گئیں۔ دونوں کی دعائیں اور برکتیں بچے نے حاصل کیں۔

یہ حضرات تو چلے گئے لیکن ان کے اثرات باقی رہے۔ بچے نے تعلیم دین شروع کی۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے سند فراغ حاصل کی اور طریقت کی راہ کے لیے سہارن پور میں ہی مقیم مشہور زمانہ صاحب کشف و کرامت بزرگ حضرت مولانا عبدالرحیم سہارن پوریؒ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضرت نے اس گوہر یکتا کو پہچان کر خود ہی بلایا اور فرمایا: ''آؤ چاند تمہیں بیعت کروں۔'' اپنے شیخ سے علم و معرفت کے جام سے خوب سیراب ہوئے۔ پھر حضرت کے حکم سے ہی گنگا اور جمنا کے دو دریاؤں کے پانی سے سیراب ہونے والی زمین، دین دار مسلمانوں کی بستی رائے پور...... جو آپ کا ننھیال ہے...... میں خانقاہ رحیمیہ قائم کی۔ یہاں آپ کو قطعہ اراضی وراثت میں ملا۔ آپ نے اپنے ذاتی رقبے میں موجود باغ میں کچے چھپر ڈال کر ذکر و مراقبہ شروع کر دیا۔ اس باغ کو ''گلزار رحیمی'' کہتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم سرساوی ثم

سہارن پوری کے وصال کے بعد کلیر پہنچے۔یہاں صبح صادق کے وقت آپ نے غیبی آواز سنی کہ تمہارا حصہ ہم نے گنگوہ رکھا ہے، جاؤ مولانا رشید احمد گنگوہی سے لے لو۔حضرت اس کے بعد حج پر تشریف لے گئے۔وہاں حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔حاجی صاحب نے بیعت کر کے سلاسل اربعہ میں اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ

ہی حضرت گنگوہی کی جانب متوجہ کرتے ہوئے حضرت گنگوہی کے نام والا نامہ بھی مرحمت فرمایا۔وطن تشریف لا کر گنگوہ حاضر ہوئے۔حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور پانچ سلسلوں میں اجازت یافتہ ہو کر حضرت کے نہایت ہی مقرب اور راز دان بن گئے۔آپ دارالعلوم دیو بند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور دونوں کے سرپرست

تھے۔آپ حضرت شیخ الہند کے محب اور محبوب تھے۔جونہی حضرت شیخ الہند ؒ وطن چھوڑ کے عرب تشریف لے گئے اور وہاں گرفتار ہوئے تو حضرت شاہ صاحب بیمار پڑ گئے۔ ایک طبیب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کسی صدمے کی وجہ سے آپ کو پرانا تب دق ہے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت مولانا محمود حسن کی جدائی کا صدمہ ہے۔وہ آج اگر واپس آجائیں تو میں اٹھ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔حضرت شیخ الہند نے سفر حجاز پر جاتے ہوئے اپنے حلقے کو حضرت شاہ صاحب کے حوالے کیا اور حضرت شاہ صاحب ؒ نے حضرت شیخ الہند کے فراق میں حق تعالیٰ کو جان دی۔بوقت وفات وصیت فرمائی تھی کہ حضرت شیخ الہند کی خدمت میں جا کر سلام دینا اور میری مغفرت کی دعا کروانا۔آپ شیخ الہند کی تحریک کے زبردست حامی تھے،آپ نے سہارن پور پیغام بھیجا تھا کہ جہاد کے لیے بیعت کرو۔حضرت رائے پوری ؒ حضرت حاجی صاحب ؒ،حضرت گنگوہی ؒ اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تینوں بزرگوں کے جانشین ٹھہرے۔

آپ کو نسل نو کے ایمان وعلم کی فکر تھی۔چنانچہ بچوں کے لیے نورانی قاعدہ اور تعلیم الاسلام کی تالیف کا ذکر گذشتہ اوراق میں کیا جاچکا ہے۔حضرت شاہ عبدالرحیم ؒ سے انگریز کے نمائندے نے سوال کیا کہ تمہارا شیخ الہند سے تعلق رہا؟ تو فوراً تکیے کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گئے۔فرمایا: تعلق تھا،ہے اور رہے گا۔جب سے شیخ الہند گئے ہیں میں بیمار پڑا ہوں۔ 1337ھ بمطابق 1919ء کو خالق حقیقی سے جا ملے اور سرزمین رائے پور میں دفن ہوئے۔

حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ

خانقاہ رائے پور کی دوسری بڑی شخصیت حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ ہیں۔ آپ کا اگر چہ مولد و مدفن پاکستانی پنجاب کا علاقہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا ہے۔ تحصیل علم کے لیے متحدہ ہندوستان کے کونے کونے میں سرگرداں رہے۔ اس سلسلے میں مدرسہ امینیہ دہلی، مدرسہ حسین بخش دہلی اور مظاہر العلوم سہارن پور جا پہنچے۔ فراغت کے بعد قلبی اضطراب اور معرفت باری تعالیٰ کے اشتیاق نے آپ کو سرگردان و پریشان کر دیا، اس پریشانی کے ازالے کے لیے حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ کی خدمت میں رائے پور جا پہنچے۔ حضرت رائے پوریؒ نے آپ کے اضطراب کو قرار میں تبدیل کیا۔ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور حضرت کے ہی ہو کر حضرت کا عکس و تصویر بن گئے۔ خدمت شیخ میں نہایت ہی کمال پیدا کیا۔ حضرت نے بھی آپ کو اولاد سے زیادہ عزیز جانا اور ہمہ قسم باطنی کمالات منتقل فرما کر اپنا جانشین و مسند نشین مقرر کیا۔ حضرت کے وصال کے بعد خانقاہ رائے پور حضرت کے دم سے آباد رہی۔ اکابرین دیوبند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور دیگر مشائخ کا آپ کو اعتماد اور خصوصی قرب حاصل رہا۔ آپ کی ان اکابر کے ہاں اور اکابر کی آپ کے ہاں آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا، آپ کے دم قدم سے تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت اور مدارس و جامعات کی تحریکوں کو عروج ملا۔ آپ نے ہندوستان بھر میں مدارس کی سرپرستی کی۔ قادیانی فتنے کی سرکوبی کے لیے علمائے کرام کو میدان میں اتارا، بھٹکی انسانیت کو راہ حق پر چلایا اور قلوب و باطن کا تزکیہ اپنا مشن بنایا۔

دیکھوں گا کون مائی کا لال تمہیں ہندو بنائے گا؟

حق تعالیٰ نے آپ کو باطنی کمالات سے بھی نوازا تھا۔ہندوستان میں ایک ہندو مسلمان ہوا۔حضرت مدنیؒ نے اس ہندو نوجوان کا نام شبیر احمد رکھا۔اس نومسلم نوجوان کو ہندوؤں سے بحث و مناظرے کا شوق تھا۔یہ طالب علم بن کر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند آئے،دیوبند میں ہندوؤں سے بحث و مناظرہ کیا کرتے تھے۔ان دنوں دیوبند میں کوئی ہندو سادھو آدھمکا،شبیر نے ہندو سادھو سے بحث کی تو اس نے اپنا تصرف کر ڈالا۔ایسی توجہ کی کہ شبیر کا دل رام رام کرنے لگا۔شبیر کی طبیعت اکھڑ گئی،مرتد ہونے کا ارادہ کر لیا۔سامان باندھا اور ریلوے اسٹیشن دیوبند جا پہنچا۔اتفاق سے حضرت مدنیؒ کہیں سے سفر کر کے تشریف لا رہے تھے۔شبیر کو دیکھ کر دریافت کیا شبیر تم کہا جا رہے ہو؟ شبیر نے سارا قصہ بیان کر ڈالا اور اپنا ارادہ بتایا۔حضرت،شبیر کو مدرسہ دیوبند واپس لے آئے اور پانی دم کر کے پلایا۔ساتھ ہی طلبہ سے کہا کہ اس کی نگرانی کرو اور کل اسے رائے پور لے جانا۔پانی پینے سے طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا،لیکن طبیعت ٹھیک نہ ہوئی۔رات کو طلبہ نے کمرے میں بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔روشن دان کے راستے وہی سادھو کمرے میں داخل ہوا اور شبیر پر اپنا اثر ڈالا۔پانی دم کرنے سے جو افاقہ ہوا تھا وہ ختم ہو گیا۔جاتے ہوئے ہندو سادھو نے کہا کہ شبیر تم ہندو پیدا ہوئے اور ہندو ہی رہو گے،دیکھوں گا کون مائی کا لال تمہیں مسلمان بناتا ہے۔اگلے روز طلبہ شبیر کو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی

خدمت میں لے گئے اور لے جا کر چھوڑ دیا۔ حضرت شاہ صاحب نے شبیر سے کوئی بات نہ کی اور نہ ہی تعرض کیا، بس اتنا عمل کیا کہ یہ خانقاہ سے بھاگ کر نہ جا سکے، شبیر جب بھی خانقاہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے یوں لگتا کہ پاؤں میں جولان لگ گئے ہیں، ہفتہ بھر خانقاہ میں ٹھہرے رہے، لیکن طبیعت اسی طرح تھی، نماز ترک کر دی تھی۔ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانے کھاتے تو حضرت انہیں دیکھ لیتے علاوہ ازیں کوئی التفات نہ ہوا۔ ہفتہ بھر کے بعد حضرت صبح کی نماز کے بعد لب نہر سیر کر رہے تھے کہ شبیر حضرت کے پیچھے ہو لیا اور عرض کی کہ حضرت مجھے گھر کی یاد ستا رہی ہے، مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت نے شبیر کو دیکھا اور ایک تھپڑ رسید کرتے ہوئے فرمایا: ''شبیر تم ہندو پیدا ہوئے ہو مسلمان رہو گے۔ میں دیکھوں گا کہ کون مائی کا لال تمہیں ہندو بناتا ہے؟'' شبیر کہتے ہیں کہ مجھے حضرت کا ہاتھ لگنا تھا اور یہ جملہ فرمانا تھا کہ مجھے یوں لگا جیسے میرا سینہ ایمان سے بھر گیا۔ مجھے ایمان واپس مل گیا اور ایمانی کیفیت عود کر آئی۔ یہ شخص زندگی بھر مسلمان رہا۔ حضرت لدھیانوی ؒ نے بتایا کہ اس شخص نے تقسیم کے موقع پر بہاولپور ہجرت کی۔ یہیں میں اس سے جا کر ملا اور اس واقعے سے متعلق استفسار کیا۔ اس پر وہ زار و قطار رونے لگا اور کوئی جواب نہ دیا۔

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم لادین اور بد مذہب قسم کے لوگ سحر، شیطانی تصرفات وغیرہ کے ذریعے اثر ڈالتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے قلوب پر اثر ہونے لگتا ہے۔ بہت سے دنیوی مسائل بھی اس استدراج اور سحر کے ذریعے بظاہر حل ہو جاتے ہیں، یہ اعمال ان کی حقانیت کی دلیل نہیں بن سکتے۔ جاہل قسم کے لوگ

بعض ایسے بے دین لوگوں سے متاثر ہو کر دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، آخر دجال بھی تو اپنے تصرفات ظاہر کر کے مردوں کو بظاہر زندہ بنجر زمینوں کو آباد اور بارشیں تک برسائے گا تو کیا نعوذ باللہ اس ملعون کو خدا یا خدا کا ولی مان لیا جائے گا، ہر گز نہیں۔ انبیاء علیھم السلام نے اس سے پناہ چاہی ہے۔ اس لیے حق و باطل کا معیار یہ تصرفات و اعمال نہیں بلکہ قرآن و سنت اور شریعت مطہرہ ہے، ایسا اگر کوئی شخص اپنا اثر ظاہر کرے تو فوراً صاحب نسبت باکمال بزرگوں سے رابطہ کرنا چاہیئے اور شیطانی اثرات کو رحمانی اثرات سے زائل کرنا چاہیئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلفا میں مشہور شخصیات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شاہ عبدالعزیزؒ رائے پورے، مولانا جلیل احمد رائے پوریؒ، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ اور حاجی عبدالوہاب صاحب شامل ہیں۔

خانقاہ رائے پور کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم دامت برکاتھم ہیں۔ حضرت نہایت ہی علیل ہیں۔ گویائی، سماعت، شناخت سبھی ختم ہو چکی ہیں۔ بس کرسی پر تشریف فرما رہتے ہیں۔ اس وقت خانقاہ کی آبادی حضرت کے دم قدم سے ہے۔ بلاشبہ بہت بڑے عالم اور صاحب نسبت بزرگ ہیں۔ رائے پور سے نماز عصر کے بعد ہم دیوبند کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں نماز مغرب ادا کی۔ راستہ خراب ہونے کی وجہ سے تاخیر سے دیوبند پہنچے اور عشاء کی نماز دیوبند میں ادا کی۔

آج شام کا کھانا امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتھم العالیہ کی جانب سے ہوا۔ حضرت دامت برکاتھم آج دہلی تشریف لے گئے۔ ہمارے قافلے کے

باقی ماندہ حضرات بذریعہ جہاز دہلی پہنچے۔ جن میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مدظلہ، ان کے صاحبزادے مولانا محمد سعید اور معروف سکالر مولانا عدنان کاکاخیل شامل تھے۔ حضرت مدنی دامت برکاتھم نے بعض دیگر امور سر انجام دینے کے ساتھ قافلے کا دہلی جا کر استقبال کیا، اور اگلے روز صبح قافلے کو لے کر دیوبند پہنچے۔

8-اپریل بروز سوموار

سفر کے نظم کے مطابق آج کا دن دیو بند شہر اور دار العلوم کے لیے مختص ہے۔ علی الصبح ناشتے سے فارغ ہو کر سات بجے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب ؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مدظلہ کی زیارت کے لیے جانے کا نظم تھا۔ نماز فجر پڑھتے ہی ہمارے میزبان امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ ہمارے کمرے میں تشریف لائے۔ آپ صبح ہی دہلی سے حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب کو لے کر دیوبند پہنچے تھے۔ خیریت پوچھی اور گذشتہ روز کے سفر نانوتہ، گنگوہ، سہارن پور اور رائے پور کے متعلق دریافت فرمایا، حال احوال کے بعد تشریف لے گئے۔

حکیم الامت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

تھوڑی ہی دیر میں ناشتے پر بلایا گیا۔ ناشتے سے فراغت پر حضرت حکیم الاسلامؒ کے گھر حاضری ہوئی۔ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ دار العلوم کی تاریخ

کے سب سے طویل المدت مہتمم تھے۔آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم نے بے پناہ ترقی کی۔آپ اپنے جد امجد حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے علوم کے ترجمان تھے۔آپ بلاشبہ خطیب ہند بھی تھے۔1384ھ میں 33 سال کی عمر میں دارالعلوم کے مہتمم بنائے گئے،1947ء میں تقسیم ہند کے موقع پر آپ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے،جس کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند ایک باصلاحیت،متقی اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے حامل مہتمم سے محروم ہوگیا۔ادھر حضرت قاری صاحب نوراللہ مرقدہ پاکستان میں محفل یاراں سے محروم ہوگئے۔جانبین کی ایک دوسرے کی طرف کشش پیدا ہوئی۔شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ نے ان کی واپسی کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد اور بعض اعلیٰ حکومتی ذمہ داران سے رابطہ کیا۔ہندوستانی قانون کے مطابق ایسا ممکن نہ تھا،لیکن حضرت مدنی ؒ کے اصرار پر حضرت حکیم الاسلام ؒ کے لیے قانون میں ترمیم کی گئی اور آپ کو ہندوستان واپس بلا کر دارالعلوم کا اہتمام ان کے سپرد کردیا گیا۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم حضرت حکیم الاسلام کے جانشین اور صاحبزادے ہیں۔آپ دارالعلوم دیوبند وقف کے مہتمم ہیں۔آپ بھی والد محترم کی طرح بلا کے خطیب ہیں۔حق تعالیٰ نے گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ضعیف العمری اور علالت کی وجہ سے گھر پر رہتے ہیں۔آپ کا دولت خانہ دارالعلوم دیوبند کے مہمان خانے کے قریب تر ہے۔جہاں ہمیں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ کے صاحبزادے

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مدظلہ نے قافلے کا استقبال کیا۔ آپ نے بے حد شفقتوں سے نوازا۔ ڈھیروں دعائیں دیں۔ دارالعلوم دیوبند وقف کی بعض خدمات بیان فرمائیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے علوم و معارف اور اردو تصانیف کو عربی میں ڈھالنے کے جاری منصوبہ جات کے بارے میں بھی مطلع فرمایا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ کا آخر عمر میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن کے بعد دارالعلوم کی مجلس شوریٰ سے آئندہ مہتمم کے متعلق چنداں اختلاف پیدا ہوا تھا۔ اس پر حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور آپ کے خانوادہ نے دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی اختیار کر کے سرزمین دیوبند میں ''دارالعلوم وقف'' کے نام سے کامیاب ادارہ قائم کیا۔ تب سے حضرت حکیم الاسلام کے خانوادہ اور خانوادہ مدنی میں کچھ بُعد پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی ؒ نے اپنی علالت کے ایام میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا۔ جس کا قاسمی خاندان کے سرپرست مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے نہایت ہی متین جواب مرحمت فرمایا۔ فریقین میں ملاقات ہوئی اور یوں مدنی و قاسمی خاندان کا باہمی بُعد بحمد اللہ ختم ہو گیا۔ یقیناً یہ ان دونوں بزرگوں کی اعلیٰ ظرفی اور اپنے اپنے آباء کے حسن اخلاق کی اقتدا کی علامت ہے۔ ذیل میں یہ دونوں خطوط ذکر کیے جاتے ہیں۔

مکتوب از امیر الہند

حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ
صدر جمعیت علمائے ہند

محترم المقام! زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ نے خاکسار کی صحت وعافیت اور خیریت پوچھی۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی دعاؤں سے طبیعت سنبھل گئی۔ الحمد للہ! رفتہ رفتہ روبصحت ہوں۔ خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

”یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز جماعت کی بنیاد ہیں، ہم تو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، ماضی میں جو اختلافات ہوئے وہ بدنصیبی تھے اور ہیں۔ اس لیے جو کہا، کیا اور ہوا، اس کو معاف کرنا چاہیے اور آخرت کے لیے نہیں رکھنا چاہیے۔“

دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام

اسعد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند

جوابی مکتوب از خطیب اسلام

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف):

"جماعتی وقار اور مسلک روایات اکابر کی مجروحیت کا سدِ باب، اختلافات کو یکسر ختم کرنے میں ہی مضمر ہے۔ احقر کے خیال میں عمر کے مراحل نہائی میں پہنچ جانے پر ہماری مشترک خواہش و کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ہم اپنے آجانے والی نئی نسل علماء کو اختلافات کی یہ نامبارک وراثت دے کر نہ جائیں، بلکہ حسبِ روایت اسلاف کرام ہم اتحاد و اتفاق، فکری و عملی وحدت اور مخلصانہ مشترک جذبات خدمت علم و دین دے کر بتوفیق الٰہی ایک اہم ترین جماعتی فریضے سے سبکدوش ہو کر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوں۔"

آپ کی صحت کے لیے دعا گو ہوں اور دعا کا خواستگار ہوں۔

والسلام

محمد سالم قاسمی مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند

باہمی رابطے کے بعد چپقلش بحمداللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ اے کاش! کہ پاکستان کے علماء و قائدین میں بھی اس طرح یہ بُعد ختم ہو جائے اور اتفاق کی صورت نکل آئے۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم کی زیارت سے فارغ ہو کر ہم لوگ اکابر کی قبور پر حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے تھوڑے فاصلے پر قبرستان قاسمی واقع ہے۔ مقبرہ جاتے ہوئے شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مہمان خانے حاضری ہوئی۔ حضرت مدنیؒ کی مہمان نوازی اور خدمت ضرب المثل ہے۔ گویا یہ مہمان خانہ ہمیں اکرام ضیوف کا زبان حال سے درس دے رہا تھا۔ سب سے پہلے ہم مقبرہ قاسمی کے احاطے میں حاضر ہوئے۔ مقبرہ قاسمی دارالعلوم سے کچھ فاصلے پر ہے۔ اس لیے احقر اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کے ہمراہ سائیکل رکشہ پر، حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب وہیل چیئر اور حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی بھی سائیکل رکشے پر سوار ہوئے۔

مقبرہ قاسمی

مقبرہ قاسمی ایک پرانا قبرستان ہے۔ جس کے اردگرد مولانا محمود مدنی مدظلہ کے فنڈ سے سرکاری چاردیواری کرائی گئی ہے۔ اس قبرستان کی تمام قبریں عین سنت کے مطابق کچی ہیں۔ مرکزی دروازے سے چند قدم کے فاصلے پر دیگر قبور کے درمیان حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ان کے پہلو میں آپ کے پوتے اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ، حضرت نانوتوی کے قدموں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مدنی کے دائیں پہلو میں متصل، آپ کے جانشین فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ آرام فرما ہیں۔ قریب ہی دارالعلوم دیوبند

کے صدر مدرس جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، قاسمی خاندان کے دائیں جانب قبرستان کی دیوار اور راستے کے پاس شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ کی قبور مطہرہ ہیں۔ اسی قبرستان میں دارالعلوم دیوبند کے دیگر مشائخ واساتذہ بھی مدفون ہیں۔ ان میں شیخ الادب حضرت مولانا وحید الزمان کیرانویؒ دارالعلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا سید مبارک علیؒ بھی شامل ہیں۔

اس موقع سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابرین دیوبند کا اجمالی ذکر خیر بھی کر دیا جائے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے آبائی گاؤں نانوتہ ضلع سہارن پور میں 1248ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں ہی حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا مملوک علیؒ سے علوم وفنون کا کسب کیا، جبکہ خانوادہ شاہ ولی اللہیؒ کے مسند نشین حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ فراغت کے بعد دہلی، میرٹھ وغیرہ میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنا اصلاحی تعلق شیخ المشائخ رئیس الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے جوڑا اور آپ سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ آپ نے علمی، فکری اور عملی طور پر دفاع اسلام اور آزادی وطن کی جنگ لڑی۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد آپ انگریز کے غیض وغضب کا شکار رہے۔ ایک عرصہ تک آپ پر عرصۂ حیات تنگ رہا۔ اس دوران انگریز نے مسلمانوں کے خلاف ہمہ قسم انتقامی کارروائی شروع کی۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں علما کو تہہ وتیغ کر دیا گیا۔ مدارس اسلامیہ کو تاراج کر کے علوم اسلامیہ کی شمع گل کر دی گئی۔ اہل درد علما کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو نصیب دشمناں برصغیر سے اسلام مٹ نہ جائے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے دیوبند میں حاجی عابد حسینؒ اور چند دیگر احباب کے ساتھ مل کر 1868ء میں "مدرسہ اسلامیہ دیوبند" کی بنیاد ڈالی۔ جو آج "دارالعلوم دیوبند" بن کر عالم کو نور علم سے منور کر رہا ہے۔ آپ نے دشمنان اسلام کے فکری طور پر بھی دانت کھٹے کیے۔ مختلف موضوعات پر وقیع علمی کتابیں تصنیف فرما کر دفاع اسلام کا فریضہ

سرانجام دیا۔آپ کی کتب بقول حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے امام رازی اور امام غزالی کی کتب سے کم نہیں ۔آپ کے تلامذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ دیوبندی اور مولانا احمد حسن مرادآبادی ؒ علم وعرفان کے آفتاب و ماہتاب ہیں ۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ کے والد ماجد ذوالفقار علی سرکاری ملازم تھے ۔آپ کی ولادت 1368ھ بمطابق 1851ء میں ہندوستان کے شہر ”بانس بریلی“ میں ہوئی ۔ چھ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا۔آپ کے ابتدائی استاذ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ؒ تھے ۔اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ دیوبند میں تشریف لائے اور اپنے استاذ ملا محمود سے شرف تلمذ حاصل کیا۔آپ کو دارالعلوم دیوبند کے تلمیذ اول ہونے کا شرف حاصل ہے ۔آپ نے دیوبند میں کنزالدقائق، مختصر المعانی وغیرہ کتب سے تعلیم شروع کی، کتب صحاح ستۃ اپنے شیخ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ سے مرادآباد میں پڑھیں ۔ 1279ھ میں دیوبند کے پہلے جلسے کے موقع پر آپ کی دستار بندی کرائی گئی ۔آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ بھی شامل ہیں ۔فراغت تعلیم کے بعد آپ دارالعلوم ہی میں معین مدرس مقرر ہوئے ۔رفتہ رفتہ آپ نے علمی عروج حاصل کیا اور 1293ھ میں دورہ حدیث اور صحیح مسلم کے استاذ مقرر ہوئے ۔عرصہ چالیس سال تک دارالعلوم میں تدریس کی خدمات سرانجام دیں ۔

آپ نے اپنے مشائخ کی جاری کردہ تحریک آزادی میں نئی روح پھونکی اور اسے بام عروج تک پہنچایا۔تحریک آزادی کا مرکز ہندوستان سے کابل افغانستان منتقل کیا اور اپنے ہونہار تلمیذ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ؒ کی کابل میں تشکیل کردی۔انگریزی سلطنت کے خاتمے کے لیے متعدد ممالک کی حکومتوں کی شراکت سے بین الاقوامی تحریک ''تحریک ریشمی رومال'' شروع کی۔یہ تحریک اگر کامیاب ہوجاتی تو بقول ڈبلیو۔ڈبلیو۔ہنٹر انگریز کو بحیرۂ عرب میں بھی جگہ نہ ملتی۔لیکن بدقسمتی کہ مخبری کی وجہ سے یہ تحریک کچل دی گئی۔حضرت شیخ الہند ؒ کو طائف سے گرفتار کرکے مالٹا کی جیل میں قید کر دیا گیا۔آپ بمع اپنے تلمیذ محترم مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ اور دیگر رفقاء کے جیل میں رہے۔مالٹا کی اسیری میں آپ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔آپ نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ اور تفسیری حاشیہ جیل ہی میں تحریر فرمایا۔حاشیہ کی تکمیل شیخ الاسلام علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ نے کی۔آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ سے قائم کیا۔دونوں بزرگوں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔آپ کی تصنیفات میں ''الابواب والتراجم'' قابل ذکر ہے۔اسارت مالٹا سے رہائی کے بعد مورخہ 18 ربیع الاول 1339ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور اپنے شیخ حضرت نانوتوی ؒ کے قدموں میں دیوبند میں مدفون ہوئے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے والد کا اسم گرامی حبیب اللہ تھا۔ ہندوستان ضلع فیض آباد اترپردیش کا گاؤں موضع اللہ داد پور تانده آپ کا وطن اصلی

ہے۔1296ھ بمطابق 1879ء میں ضلع اناؤ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم فیض آباد میں ہی حاصل کی اور پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔
دارالعلوم نے حسین احمد جیسے سونے کو کندن بنا کر رکھ دیا۔ یہاں آپ نے شیخ الادب
مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، محدث جلیل شیخ مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور شیخ مفتی
عزیز الرحمن دیوبندی سے کسب علم وفیض فرمایا۔فقہ وحدیث کے علوم اپنے محبوب
استاد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے حاصل کیے۔ایک طویل عرصہ تک اپنے شیخ
کی خدمت میں رہے۔دارالعلوم دیوبند سے ہی ۱۳۱۶ھ میں فاتحہ فراغ پڑھا۔

1316ھ بمطابق 1898ء میں اپنے والدین وخاندان کے ساتھ مدینہ
ہجرت کر گئے اور سولہ سال تک مسجد نبوی شریف کے دارالحدیث میں گنبد خضرا کے
سائے تلے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا۔آپ سے عرب وعجم کے ہزاروں
تشنگان علوم نے اپنی پیاس بجھائی۔اس دوران جنگ عظیم اول شروع ہوگئی۔آپ
نے اس جنگ میں ترکوں کی حمایت میں آوز بلند کی۔ہندوستان میں آپ کے استاذ
حضرت شیخ الہند نے انگریز کے خلاف تحریک ریشمی رومال شروع کی جو بوجہ مخبری کچل
دی گئی۔ان دنوں حضرت شیخ الہند بھی حج کے لیے حجاز آئے ہوئے تھے، چنانچہ شریف
حسین آف مکہ نے حضرت شیخ الہند کو طائف سے گرفتار کیا۔حضرت مدنی نے جدہ میں
اپنے شیخ کی معیت ورفاقت اور خدمات کے لیے گرفتاری پیش کر دی۔شریف حسین
نے ان حضرات کو انگریز کے حوالے کر دیا اور انگریز نے مصر منتقل کر کے مقدمہ چلایا
اور مالٹا کی جیل میں پابند سلاسل کر دیا۔

تین سال تک یہ حضرات مالٹا کی جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ تین سال کے بعد رہائی نصیب ہوئی تو یہ قافلہ ہندوستان پہنچا۔ آپ کو آپ کے شیخ نے واپس حجاز جانے کی اجازت نہ دی اور کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ الہند کا وصال ہوگیا اور آپ حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین ٹھہرے۔

1921ء میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بھرپور حصہ لیا۔

تحریک آزادی کے لیے ہمہ قسم قربانیاں دیں۔ انگریز نے آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل کر تین سال مزید قید و بند کی صعوبتیں دیں۔ رہائی کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا اور ساتھ ہی تحریک آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ آزادی ہند کے بعد آپ کو حکومت ہند کی جانب سے ہندوستان کا سب سے بڑا اعزاز "پدم بھوشن" پیش کیا گیا جسے آپ نے ٹھکرا دیا۔ شاہی پر فقیری کو ترجیح دی اور ایوانوں کی بجائے دارالعلوم کے دارالحدیث کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین بنائے گئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور زہد کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ آپ بے حد حلیم الطبع، مہمان نواز اور متواضع شخصیت تھے۔ سیاسی اختلافات کی وجہ سے بعض جذباتی نوجوانوں نے آپ کی اہانت کی جسے آپ نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ لیکن اہانت کے مرتکب افراد ولی اللہ کی عداوت کی وجہ سے دنیا ہی میں نشان عبرت بن گئے۔ آپ کو بجا طور پر "شیخ الاسلام" کا لقب دیا گیا۔

آپ اپنے مضبوط دلائل کی بنیاد پر تقسیم ہند کے خلاف تھے۔ آپ کے خلاف علامہ اقبالؒ نے اشعار بھی لکھے، لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت مدنیؒ کا نظریہ صحیح تھا تو انہوں نے اپنی ہجو سے رجوع کر لیا۔ علامہ اقبالؒ مرحوم نے اس حقیقت کا اعتراف اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے (مکتوب شیخ الاسلام: ۳/۳۰)۔ آپ کا وصال 1377ھ بمطابق 1957ء میں ہوا اور دیوبند میں حضرت شیخ الہند کے پہلو میں دفن ہوئے۔

خاتم المحدثین علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ

مقبرہ قاسمی سے فارغ ہو کر ہم لوگ ''مزار انوری'' کے احاطے میں داخل ہوئے۔ احاطہ انوری میں خاتم المحدثین، نابغہ روزگار حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ آرام فرما ہیں۔ ان کے پہلو میں آپ کے جانشین دارالعلوم دیوبند (وقف) کے شیخ الحدیث مولانا محمد انظر شاہ کشمیریؒ آرام فرما ہیں۔ مزار پر حاضر ہوئے، سلام و ایصال ثواب کیا۔

حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی ولادت 1292ھ اور وفات 1353ھ میں ہوئی۔ آپ کا وطن اصلی کشمیر تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے بزرگوں سے حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ حضرت کشمیریؒ نے اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ شیخ الہند کے علوم کو پیاسی زمین کی طرح اپنے اندر جذب کیا۔ فاتحہ فراغ پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ہی مسند تدریس پر فائز ہو کر علم و عرفان کے گوہر نایاب افشاں کرتے رہے۔ آپ کا انداز تدریس پورے ہندوستان میں سب سے منفرد تھا۔ حضرت کشمیریؒ حضرت شیخ الہند کے علمی جانشین ٹھہرے اور تدریس و تعلیم میں جدت پیدا کی۔ آپ سے قبل کتب درسیہ و کتب حدیث میں تحقیق و تدقیق اور بیان مباحث کا زیادہ رواج نہ تھا۔ فقط نفس کتاب کے بیان پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ حضرت کشمیریؒ نے اس انداز میں جدت پیدا کر کے مباحث صرفیہ، نحویہ، فقہ، بلاغت و بیان سے تفسیر

وحدیث کی حقیقت کو آشکارا کر دیا۔ نیز مسائل میں اختلاف ائمہ، دلائل اور حنفیہ کی وجوہ ترجیح کو ذکر کرنے کا معمول اپنایا۔

آپ کا سبق سن کر طلبہ عش عش کر اٹھتے تھے۔ آپ کے دور تدریس میں دارالعلوم دیوبند میں طالبین علوم نبوت کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ آپ بلا کے ذہین اور فطین تھے، "چلتا پھرتا کتب خانہ" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کا یہ جملہ معروف ہے: "اگر بالفرض دارالعلوم کا کتب خانہ تلف ہو جائے تو انور شاہ ساری کتابیں دوبارہ تحریر کر سکتا ہے۔" آپ کو حق تعالیٰ نے ظاہری وجاہت وحسن کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی نوازا تھا۔ تقویٰ وطہارت کی دولت سے مالا مال تھے۔ متعدد بار کئی ریاستوں کے نوابوں کی جانب سے آپ کو معقول مشاہرے پر تدریس کی پیش کش ہوئی مگر آپ نے ان پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔ استغنا کا عالم یہ تھا کہ آپ کا جنازہ کرائے کے مکان سے اٹھا۔ آپ کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے فنائیت کا مقام حاصل تھا۔ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، زندگی بھر تحفظ ختم نبوت کے مشن کو اوڑھنا اور بچھونا بنایا۔ آپ نے اس مقدس عقیدے کے تحفظ کے لیے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور انہیں امیر شریعت کے لقب سے ملقب کیا۔ آپ نے اس موضوع پر بہت ساری کتابیں بھی تحریر فرمائیں۔ اپنی پیرانہ سالی میں دیوبند سے بہاولپور کا طویل سفر کر کے بہاولپور کے تاریخی مقدمے میں امت مسلمہ کی وکالت کا فریضہ سرانجام دیا جبکہ آپ ان دنوں صاحب فراش بھی تھے۔ آپ کی چارپائی بہاولپور لائی گئی تھی۔ آپ نے اس

مقدمے میں مسلمانوں کے نمائندہ مولانا محمد صادق صاحبؒ سے دیوبند جاتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو بھی مقدمے کا فیصلہ ہو مجھے سنایا جائے، اگر میں فوت ہو جاؤں تو میری قبر پر یہ فیصلہ پڑھ دیا جائے۔ حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے دیوبند کا سفر کیا۔ حضرت کا وصال ہو چکا تھا، چنانچہ آپ کے مزار مبارک پر فیصلہ پڑھ کر سنا دیا۔ آپ کے متعلق حضرت امیر شریعت کا مقولہ مشہور ہے: ''صحابہ کرامؓ کا قافلہ جا رہا تھا انور شاہ پیچھے رہ گئے تھے۔'' آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

حضرت کشمیریؒ کے مزار کے قریب ہی ایک ادارہ ''معہد انور دیوبند'' ہے۔ اس سے ذرا آگے چل کر دارالعلوم (وقف) دیوبند ہے۔ ہم مقبرہ قاسمی جانے سے قبل دارالعلوم وقف کی جانب روانہ ہوئے۔ ہمارے میزبانوں کو ہماری یہاں آمد کا علم ہوا تو گاڑیاں لے کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے صاحبزادگان اور حضرت مولانا سید اسجد مدنی کے بڑے صاحبزادے ہمہ وقت اپنے بزرگوں کی طرح مصروف خدمت رہے۔ دارالعلوم وقف گاڑی پر پہنچے۔ ہماری دارالعلوم وقف میں حاضری بغیر اطلاع کے تھی۔ تاہم طلبہ کو اندازہ ہو گیا کہ پاکستانی علما آئے ہیں۔ طلبہ درسگاہوں سے باہر نکل آئے اور پرجوش نعروں کے ذریعے مہمانوں کا استقبال کیا۔ ہمارے پاس وقت کی قلت تھی، اس لیے ہم واپس روانہ ہوئے۔ مدرسہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب تیز رفتاری کے ساتھ راستے میں دارالعلوم وقف آتے ہوئے ملے۔ غالباً وہ مہمانوں

کی آمد کی اطلاع پاکر تیزی سے گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن ہم لوگ دارالعلوم وقف سے نکل چکے تھے۔

مزار انوری سے فارغ ہو کر قریب ہی دوسرے قبرستان میں حاضر ہوئے۔ یہاں پر اہم قبروں میں سے دارالعلوم دیوبند کے پہلے مہتمم حضرت مولانا سید محمد عابد حسین نور اللہ مرقدہ کی قبر مبارک ہے۔ یہاں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس قبرستان کی ابتدا میں ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ مسجد حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کی زیر نگرانی آپ کے برادر اکبر نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لیے تعمیر کروائی ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے شرف تلمذ کا حصول

ہم زیارات اکابر سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ پہنچے۔ احقر کی قلبی خواہش تھی کہ دارالعلوم دیوبند میں شرف تلمذ حاصل ہو اور روایت حدیث کی اکابرین دیوبند سے بلا واسطہ اجازت کا حصول ہو۔ چنانچہ بچپن میں ہی اس آرزو میں تڑپا کرتے تھے کہ اے کاش! دارالعلوم دیوبند میں داخلہ مل جائے۔ لیکن دونوں ملکوں کے بیچ میں خونی لکیر اور حکومتوں کی باہم رقابتیں حائل رہیں۔ یہ آرزو بس آرزو ہی رہی۔ حالیہ سفر کا نظم بنتے ہی احقر نے یہ عزم کر لیا تھا کہ دیوبند سے تلمذ کا شرف حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ دیوبند میں اول روز ہی مہمان خانے میں دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سعید پالن پوری دامت برکاتہم ملاقات کے لیے تشریف لائے تو احقر نے اپنی اس

خواہش کا اظہار کیا۔حضرت نے بخوشی اسے قبول فرمایا اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ دارالحدیث میں تشریف لے آئیے۔ہم نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ صحیح بخاری کا سبق ساڑھے دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے دوپہر تک ہوتا ہے۔ہم لوگ دس بجے کے قریب مہمان خانے میں پہنچ گئے تھے۔سبق میں حاضری کے لیے فوری تیاری کی اور ٹھیک ساڑھے دس بجے اپنے دیگر بزرگ وہم عصر رفقاء کے ہمراہ دارالحدیث جا پہنچے۔

دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے چھوٹا پڑ گیا تھا۔اس لیے اب مرکزی مسجد ”مسجد رشید“ کے تہہ خانے کو دارالحدیث کا درجہ دے دیا گیا ہے۔یہاں ساڑھے گیارہ صد طلبہ دورہ حدیث میں شریک ہیں۔ہم لوگ پہنچے تو سبق شروع ہوا ہی تھا۔حضرت پالن پوری دامت برکاتہم نے اپنے دائیں جانب دو صفیں خالی کروادیں۔تپائیوں پر طلبہ نے صحیح بخاری شریف کے نسخے کھولے ہوئے تھے۔ابتدائی صفوں کے طلبہ کو پیچھے بھیج دیا گیا اور ہم طالب علم بن کر مادر علمی میں تپائیوں پر صحیح بخاری کھولے بیٹھ گئے۔میرے ساتھ صف اول میں دائیں طرف حضرت مولانا حسین احمد ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور اور بائیں جانب حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری مہتمم جامعہ دارالعلوم رحیمیہ ملتان اور دوسری صف میں پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی،حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی،مولانا ضیاء الرحمن اکوڑہ خٹک،مفتی حماد خالد کراچی اور عزیزم محمد احمد لاہوری بھی تھے۔آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ دیر کے لیے عہد طالب علمی میں پھر سے داخل فرمادیا۔مجھے اپنا ستائیس سالہ پرانا دور یاد آ گیا جب میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے صحیح بخاری

اور دورہ حدیث شریف پڑھا تھا۔ حضرت استاذ محترم پالن پوری خود ہی عبارت کی تلاوت کرتے ہیں اور دل نشیں مباحث بیان فرماتے ہیں۔ کتاب المناسک کے ابواب حضرت نے شروع فرمائے۔ باب اور حدیث کی ضروری تشریح کی۔ نہایت ہی دھیما لہجہ، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، علمی تعمق اور وقار و جلال کے مظہر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری ؒ، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ جیسے اکابر کے مسند نشین بن کر انہیں کے علوم و فیوض امت تک پہنچا رہے ہیں۔ صحیح بخاری کے اس سبق میں ہم نے چند امتیازات دیکھے۔ جن کا ذکر بھی قارئین کے لیے کرنا ضروری ہے۔

۱)......جملہ طلبہ سبق میں ہمہ تن گوش اور بیدار تھے۔

۲)......تمام طلبہ بلکہ دارالعلوم کے تمام درجات کے طلبہ کا لباس عین سنت کے مطابق سفید اور کرتہ و پاجامہ پر مشتمل ہے۔ رنگ برنگ لباس دارالعلوم میں نظر نہیں آیا۔

۳)......دوران درس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت ہر طالب علم زور سے صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے۔ جس سے دارالحدیث میں ایک گونج پیدا ہوتی ہے۔ ایک ایک حدیث میں بسا اوقات متعدد بار آپ علیہ السلام کا اسم گرامی آتا ہے، لیکن طلبہ کے درود و سلام پڑھنے میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اس طرح کا سلسلہ مجھے کہیں اور نظر نہیں آیا۔

۴)......دو گھنٹے کے اس سبق میں کسی طالب علم کو پانی پینے یا تقاضے کے

لیے اٹھتے نہیں دیکھا۔

سبق قریب الاختتام تھا کہ ہمیں مہمان خانے سے کھانے کے لیے بلوایا گیا۔ حضرت نے ہمیں جانے کا حکم دیا۔اس پر احقر نے روایت حدیث کی اجازت دینے کی درخواست دہرائی تو حضرت نے بخوشی تمام طلبہ کی موجودگی میں ہمیں اجازت حدیث مرحمت فرمائی جو ہماری سب سے بڑی سعادت مندی ہے۔اس دیوبندی نسبت کا حصول کم ازکم احقر اپنے لیے دنیا میں سب سے بڑی سند اور آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔اس سے احقر کے سلسلہ سند حدیث میں ایک اور اضافہ ہوا۔ہماری ایک سند اب اس طرح بھی جاری ہوگی۔حضرت مولانا محمد سعید پالن پوری دامت برکاتہم عن شیخ فخرالدین مرادآبادی وعن الشیخ سید حسین احمد المدنی عن الشیخ شیخ الہند محمود حسن الدیوبندی عن حجۃ الاسلام الشیخ محمد قاسم النانوتوی الخ

دارالعلوم کے شعبہ جات کا معائنہ

سبق سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ آئے، اکثر مہمانان گرامی کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔میزبان ہماری انتظار میں تھے۔جونہی ہم لوگ ڈائننگ ہال میں پہنچے کھانا لگا دیا گیا تھا۔کھانے سے فارغ ہو کر مختصر سے قیلولے کے بعد نماز کی تیاری کی۔نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دارالعلوم دیوبند کے مختلف شعبہ جات و دفاتر اور دارالعلوم کے معائنے کے لیے انفرادی طور پر روانہ ہوئے۔اول تو ”احاطہ مولسری“ میں نودرہ عمارت میں حاضری دی۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اسی جگہ عمارت کی تعمیر کرنے کا نہ صرف حکم فرمایا تھا بلکہ زمین پر نشانات لگا کر نقشہ کی طرف بھی خود ہی

رہنمائی فرمائی تھی جسے یوں تعبیر کیا گیا۔

خود ساقی کوثر نے رکھی میخانہ کی بنیاد یہاں

یہاں عمارت بنائی گئی جو آج بھی جوں کی توں ہے۔اس میں درسگاہیں قائم ہیں۔عمارت کے باہر طلبہ کی مختلف ادبی بزموں کی کتب کے لیے طلبہ نے الماریاں رکھی ہوئی ہیں۔ان الماریوں پر بزم کا نام مرقوم ہوتا ہے۔ایسی بیسیوں بزمیں اور بیسیوں الماریاں دارالعلوم کی عمارت کے برآمدوں میں یا صحن میں جگہ جگہ موجود ہیں۔یہاں سے نکل کر ماہنامہ دارالعلوم کے دفتر میں حاضری دی۔دفتر ماہنامہ سے فارغ ہو کر دفتر تعلیمات حاضر ہوئے۔یہاں دفتر میں تقریباً آٹھ افراد کا عملہ مصروف کار تھا۔ہم نے دارالعلوم کے نظام تعلیم،نصاب تعلیم،نظم داخلہ اور قواعد وضوابط سے متعلق بہت سی معلومات حاصل کیں۔نظام ونصاب سے متعلق ریکارڈ کی کاپیاں بھی حاصل کیں۔دلچسپی کے جملہ امور جان لینے کے بعد،ہم دارالعلوم کی مشہور زمانہ لائبریری جا پہنچے۔

کتب خانہ دارالعلوم ایک نظر میں

پرانی عمارت کی دوسری منزل پر قدیم طرز کے بنے ہوئے ہال نما کمروں میں لکڑی کی جالی دار الماریوں میں نہایت ہی قدیم وجدید کتابیں سلیقے سے لگائی گئی تھیں۔ہر کمرے میں "لائبریرین" موجود تھے۔کتابوں کی حفاظت اور صفائی کا اعلیٰ نظم تھا۔کتب خانوں میں بعض ناقدر شناس آنے والے کتاب نکال کر دیکھنے میں ہی کتاب کی جلد خراب کر دیتے ہیں۔اس لیے کتاب کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی۔اس طویل د

عریض لائبریری کے معائنہ کے لیے تو مہینے درکار ہیں۔ ہم نے قلت وقت کے پیش نظر بس مشاہدے پر اکتفا کیا۔ ایک کمرے میں لائبریری کا اجمالی تعارفی چارٹ موجود تھا۔ اس میں مرقوم معلومات افادۂ قارئین کے لیے پیش خدمت ہیں:

مطبوعات: ایک لاکھ 84 ہزار 987 کتب

مخطوطات: ایک ہزار 563

کل تعداد: ایک لاکھ 86 ہزار 550 کتب

تعداد کتب باعتبار زبان

نمبر شمار	زبان	تعداد
1	عربی	۱۵۰۶۹۱
2	اردو	۴۶۴۵۱
3	فارسی	۷۴۳۸
4	انگریزی	۳۶۵
5	ہندی	۱۷۷
6	گجراتی	۴۲
7	پنجابی	۸۰
8	پشتو	۳۱
9	تلگو	۳۰
10	تامل	۲
11	فرانسیسی	۳
12	بنگلہ	۱۴
13	ترکی	۱۷
14	ملیالم	۲
15	مراٹھی	۵
16	سندھی	۲

کتب خانے کی پرانی عمارت اور قدیم نظام کو دیکھ کر احساس ہوا کہ یہ علمی ذخیرہ جدید ترین نظام کے ساتھ جدید عمارت میں بھی منتقل ہونا چاہیے، اسی شب حضرت مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ نے اطلاع دی کہ دارالعلوم کی جدید لائبریری سولہ کروڑ روپے کی لاگت سے زیر تعمیر ہے اور یہ خطیر رقم ایک صاحب ہی خرچ کر رہے ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیرا

دارالعلوم میں ہم نے سلائی سنٹر بھی دیکھا جہاں طلبہ باقاعدہ کپڑوں کی سلائی سیکھتے ہیں۔ اگرچہ اس شعبہ کی تفصیلات وقت کی تنگی کی وجہ سے ہم نہ جان سکے، لیکن یہ اندازہ ضرور ہوا کہ دارالعلوم کے منتظمین میں طلبہ کے لیے علوم کے ساتھ ساتھ فنون سکھانے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح زمانہ قدیم میں بھی دارالعلوم میں باقاعدہ طب پڑھائی جاتی رہی ہے۔

دارالعلوم کے مختلف شعبوں کی زیارت سے فارغ ہو کر احقر اور مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری دیوبند کے کتب خانوں کے معائنے کے لیے چلے گئے۔ مجھے میرے دوست الحاج محمد شاہد زکی صاحب ایم ڈی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی نے "مکتوبات دوصدی" خریدنے کا حکم دیا تھا۔ دیوبند کے تقریباً تمام کتب خانے ہم نے چھان مارے لیکن یہ کتاب دستیاب نہ ہوئی۔ البتہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی درس بخاری جو دیوبند ہی سے طبع ہوئی تھی اور اب تک نایاب رہی احقر کے پاس بھی اس کی فوٹوسٹیٹ ہے، چھتہ مسجد کے سامنے ایک کتب خانے سے اس کے چار نسخے مل گئے۔ ایک ایک نسخہ احقر اور قاری محمد ادریس صاحب نے، ایک حضرت شیخ الحدیث

مولانا لدھیانوی صاحبؒ اور ایک غالباً مولانا صفی اللہ صاحب لے لیا۔ ہمیں ایک اور نسخہ درکار تھا جو نہ مل پایا۔

منزل شیخ الہندؒ

عصر کی نماز کے بعد حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے مکان کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلے کے بزرگ حضرات کے لیے ایک گاڑی لائی گئی، جبکہ دیگر حضرات گلیوں سے پیدل ہی روانہ ہوئے۔ مہمان خانے سے دس منٹ کی پیدل مسافت پر یہ گھر واقع ہے۔ حضرت شیخ الہند کی زینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کی نسل صاحبزادیوں سے آگے چلی ہے۔ آپ کے خاندان کے موجودہ سرپرست قاری محمد ریاض صاحب ہیں۔ یہ ایک کاروباری شخص ہیں۔ ان کے چند رشتہ دار حضرات بھی یہاں موجود تھے۔ ان سب نے ہمارا پُر جوش استقبال کیا۔ یہ ہمیں گھر کے اگلے حصے میں لے گئے اور خوب خاطر مدارت کی۔ خدمت کے بعد گھر کے عقبی حصے میں موجود تہہ خانے میں لے گئے، جہاں حضرت شیخ الہندؒ ''تحریک ریشمی رومال'' کے لیے خفیہ اجلاس کیا کرتے تھے، یہ تہہ خانہ جوں کا توں ہے۔ اس کا اگلا حصہ تو اپنی اصلی حالت ہی میں ہے، البتہ عمارت کا فرش اور چھت پختہ بنا دیے گئے ہیں۔ دیواریں پلاسٹر ہو گئی ہیں۔ ہم تہہ خانے میں کھڑے سوچ رہے تھے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پر دنیا کی واحد سپر پاور برطانیہ...... جس کا سورج اس کی سلطنت میں غروب نہیں ہوتا تھا...... کے اقتدار کے مستقل خاتمہ کے لیے منصوبے بنائے جاتے تھے اور چند بوریا نشین، مدرسوں کے ملا، روکھی سوکھی کھانے

والے، ذہنوں میں عالمی سیاسی فکر لیے، انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے کا فریضہ پوری امت کی جانب سے نیابت کے طور پر نبھا رہے تھے۔ لیکن گزرتے زمانے کے ساتھ کیا تبدیلی آئی کہ آج اس تہہ خانے کو کتابوں کے ایک سٹور کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہاں زمین پر بہت سی کتابیں بائنڈنگ ہو کر موجود تھیں۔ مجھے اس موقع پر یہ شعر یاد آیا:

چمن کے تخت پر جس دن شہِ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو کے یہاں غنچہ یہاں گل تھا

استقبالیہ تقریب

ہم تہہ خانے کے معائنے سے فارغ ہو کر دارالعلوم روانہ ہوئے۔ نماز مغرب راہ چلتے مسجد چھتہ میں ادا کی اور سیدھے مسجد رشید دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ آج بعد نماز مغرب دارالعلوم دیوبند کی مسجد رشید میں مہمانوں کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب سجائی گئی تھی۔ ہم جب یہاں پہنچے تو تقریب کا آغاز ہو چکا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کے شایانِ شان وسیع و عریض، خوبصورت سفید ماربل سے جڑی مسجد رشید طلبہ اور عوام الناس سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ محراب کی جگہ سٹیج بنایا گیا

تھا۔ہمیں اسٹیج پر لایا گیا۔دارالعلوم دیوبند کے ایک استاذ نقابت ونظامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔تلاوت ونعت کے بعد دو طلبہ نے دارالعلوم دیوبند کا سحر انگیز فکری، تاریخی ترانہ پڑھا۔دارالعلوم کا ترانہ دارالعلوم میں ہی اور طلبۂ دارالعلوم کی مخصوص لے اور دلوں سے نکلتی آواز سماعتوں سے ٹکراتے ہی دلوں میں ارتعاش، فکر میں جوش اور خون میں حدت پیدا کرگئی۔اجلاس کی صدارت دارالعلوم کے صدر مدرس، شیخ الحدیث اور اکابر کے مسند نشیں حضرت مولانا محمد سعید پالن پوری فرما رہے تھے۔سب سے پہلے ناظم اسٹیج نے معزز مہمانان گرامی کا انفرادی تعارف پیش کیا۔احقر کا ساتویں نمبر پر تعارف کروایا گیا۔وفاق المدارس اور جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے حوالے سے کیے گئے تذکرے سے احقر آبدیدہ ہوگیا، اپنی کم علمی، بدعملی، جہالت اور فریب کاری پر نظر پڑی اور ادھر مادر علمی کی بے پناہ شفقت دیکھی تو بس یہی سمجھا کہ رب العزت کی ستاری نے عیوب ونقائص، جہالت وبدعملی کو اپنے فضل سے چھپالیا ہے۔اے کاش! کہ آخرت میں بھی ایسا ہی ہو اور عیوب ونقائص اور گناہ ومعاصی چھپے رہیں۔تعارف سے فارغ ہو کر امیر الہند حضرت شیخ مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کو دعوت دی گئی۔حضرت نے خطبہ مسنونہ کے بعد تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

استقبالیہ امیر الہند مدظلہم

”پاکستان سے تشریف لائے ہوئے یہ علمائے کرام اخص تعلیمی کام کرنے والے اور غیر سیاسی ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے حقیقی ترجمان اور دارالعلوم کے مسلک کے محافظ ہیں، ان کی آمد ان شاء اللہ دارالعلوم کے

لیے استحکام اور برکت کا باعث ہوگی اور یہ حضرات بھی پاکستان جا کر پہلے سے کہیں زیادہ دارالعلوم کی ترجمانی اور مسلک دارالعلوم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔"

انہوں نے بطورِ خاص جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک اور اس کے شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ صاحب اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد مہمانان گرامی کے خطابات کا سلسلہ شروع کرایا گیا۔ اسٹیج سیکرٹری صاحب نے اعلان فرمایا کہ جی تو چاہتا ہے ہر معزز مہمان سے ہم زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں لیکن تنگیٔ وقت کے پیش نظر چند ایک حضرات کے خطابات پر اکتفا کیا جائے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے جامعہ زکریا راولپنڈی کے مہتمم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم کو دعوت سخن دی گئی۔

۱)......خطاب مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ

حضرت نے اپنے میزبان الشیخ مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دارالعلوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کے ساتھ دین کے مختلف شعبہ جات، تعلیم، تزکیہ، تبلیغ اور جہاد میں کام کرنے والی شخصیات کے باہمی ربط و تعاون پر زور دیا۔ دوسرے نمبر پر جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کو خطاب کی دعوت دی گئی۔

۲)...خطاب حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ

حضرت شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کا ذکر خیر فرمایا کہ حضرت دیوبند میں مدرس تھے۔ شعبان و رمضان کی تعطیلات گزارنے آبائی وطن تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ تم نے شوال میں میرے ساتھ دارالعلوم دیوبند پڑھنے کے لیے جانا ہے۔ میں اس وقت کنز الدقائق وغیرہ کتب پڑھا کرتا تھا لیکن رمضان المبارک کے آخر میں وطن کی تقسیم ہوگئی اور پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ اس کے بعد خونریزی شروع ہوگئی۔ قتل وغارت گری عام ہوگئی، راستے مسدود ہوگئے۔ حضرت فراق دیوبند میں نالہ کناں رہے۔ آپ زار وزار روتے رہے اور اس انتظار میں رہے کہ راستے کھلیں اور ہم دیوبند جائیں۔ لیکن حالات جوں کے توں رہے جس پر مجبوراً حضرت نے دارالعلوم حقانیہ کے قیام کا فیصلہ فرمایا۔ میرے لیے دیوبند آنے کی محرومی آج دیوبند کی حاضری کے ساتھ ہی سعادت مندی میں تبدیل ہوگئی۔ آپ نے اکابرین دیوبند کو عربی اشعار میں خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم استقبالیہ تقریب کی بذات خود نگرانی فرمارہے تھے اور خطابات کے لیے خود ہی مقررین کا انتخاب فرمارہے تھے۔ حضرت کے حکم پر احقر کو دعوت دی گئی۔ دن بھر تقریب کی اطلاع تو رہی اور یہ بھی کہ صرف تین یا چار مہمانان گرامی کے بیانات ہوں گے۔ گمان یہ تھا کہ چند ایک بڑی شخصیات کا بیان ہوگا اس لیے یہ تصور میں بھی نہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند جیسے بین الاقوامی

فورم پر اس روسیاہ کو بھی کچھ عرض کرنا پڑے گا۔اچانک نام سن کر دل دہل گیا۔جسم پر ایک گونا لرزہ اور طبیعت میں بے قراری سی آگئی۔ چاروناچار مائیک پر حاضر ہوا۔

۳)......احقر کی گفتگو

خطبہ مسنونہ کے بعد اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے عرض کیا کہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں حاضری کے موقع پر وفد کے جملہ شرکاء کے قلوب فرط محبت ومسرت سے لبریز اور آنکھیں فرط جذبات سے پرنم ہیں۔آج ہمارے بچپن کے خواب شرمندہ تعبیر ہوئے ہیں۔بچپن سے ہی اشتیاق تھا کہ دارالعلوم دیوبند حاضری ہو۔پاکستان کا بچہ بچہ دیوبند سے محبت کرتا ہے۔اگر پاکستان کے ایک کونے میں دیوبند سے کوئی شخصیت تشریف لائیں تو ملک کے چپے چپے سے لوگ زیارت وملاقات کے لیے سفر کر کے پہنچتے ہیں۔آج سے چند سال قبل پشاور میں خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور اس کانفرنس میں اکابرین دیوبند نے شرکت کرنا تھا۔یہ سن کر ملک بھر سے عوام وخواص لاکھوں کی تعداد میں پشاور پہنچے اور تاحد نگاہ لوگ ہی لوگ تھے۔اہل دیوبند سے ہمیں کیوں محبت ہے؟ کیا ہمیں دیوبند کی تعمیرات اور زمین سے محبت ہے؟ نہیں بلکہ ہمیں دیوبند سے محبت اکابرین دیوبند کی وجہ سے ہے۔

أمر على الديار ديار ليلى — أقبل ذا الجدار وذا الجدارا

وما حب الديار شغفن قلبي — ولكن حب من سكن الديارا

ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ ہمارے علاقے کے ایک ایک بستی اور گاؤں میں

دیوبند کے فاضل پہنچے۔انہوں نے وہاں کے بدعت وشرک،رفض اور بے دینی کے ماحول میں اخلاص وللٰہیت،جہد ومحنت سے کام کیا۔جس کے نتیجے میں ان شخصیات کے جنازے اٹھے تو علاقے کے علاقے ہدایت یافتہ بن چکے تھے۔دیوبند نے ہمیں ایمان،اسلام،علم،عمل،زہد،تقویٰ،جہاد،تبلیغ،تزکیہ اور راہ اعتدال عطا کی،ہمیں افراط و تفریط سے محفوظ رکھا۔میں اپنے میزبان امیر الہند حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھ جیسے ناکارہ کو یہ اعزاز بخشا۔

میرے بعد مشہور دانشور،جامعۃ الرشید کراچی کے روح رواں مولانا عدنان کاکا خیل،مولانا قاضی ارشد الحسینی،مولانا حسین احمد پشاور،مولانا مفتی شیر عالم وغیرہ نے اپنے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار فرمایا۔اس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ کو بیان کے لیے دعوت دی گئی۔

۴)......خطاب شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

آپ نے اپنے بیان میں خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم ان اللہ عزوجل یعطی الدنیا من یحب ومن لا یحب ولا یعطی الدین الا من احب من أعطاہ اللہ الدین فقد أحبہ۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انه یحبه۔ (سنن ابی داؤد:۵۱۲۴)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ (سنن ابی داؤد:۴۵۹۹)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: المرء مع من احب (صحیح البخاری:۶۱۷۰)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ (سنن الترمذی: ۱۹۵۵)

جب انسان مغلوب الحال ہوتا ہے تو اس حال کے علاوہ کسی اور طرف جھانکنا مشکل ہوتا ہے۔ میں اس وقت ”مغلوب المحبت“ ہوں۔ اس لیے محبت سے متعلق دو چار جملے عرض کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ”اللہ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے اسے محبت نہیں ہوتی۔ لیکن دین اسی کو دیتا ہے جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے۔“ لہٰذا آپ سب حضرات جو یہاں جمع ہیں ان سب کو اللہ نے دین کی محبت عطا کی ہے، اس حدیث کی رو سے آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اس پر میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کسی شخص کو دوسرے سے محبت ہو تو اس کو بتا دینا چاہیے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔“ اس حدیث کے تقاضے کے مطابق میں اظہار کرتا ہوں کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ محبت کسی رشتہ داری یا تعلق کی بنا پر نہیں، بلکہ دین کی بنا پر ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال میں سب سے زیادہ افضل عمل اللہ کے لیے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھنا ہے۔ اس محبت کے بدلے آخرت میں رفاقت نصیب ہوگی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تجھے محبت ہے۔“ تو میں نے ایمان کے بعد اہل ایمان کو اس سے زیادہ خوش ہوتے نہیں دیکھا۔ اسی محبت کے صدقے قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ اس لیے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا۔ جس دن کہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس میں دو وہ شخص بھی شامل ہیں جن میں اللہ کے لیے تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبت کی یہ برکات نصیب فرمائے۔ آمین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دو شخص آپس میں محبت کرتے ہوں اور ایک دوسرے سے ملے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو بلائے گا اور کہے گا کہ یہ صرف میری وجہ سے محبت کرتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ ہم مغرب میں اور آپ حضرات مشرق کی جانب ہیں، ہمارے درمیان بعد المشرقین تھا اللہ تعالیٰ نے محبت کے صدقے ہمیں دنیا میں بھی اکٹھا کر دیا۔ یہ گفتگو تو ان حضرات کے اعتبار سے ہے جو حیات ہیں اور آمنے سامنے ہیں۔ اور ہمارے جو اکابر دنیا سے چلے گئے، ان کے بارے میں قرآن کریم کی اس آیت "ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم" سے معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے بھی پیچھے رہ جانے والوں کو یاد کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر کو ہماری محبت کی اطلاع دی ہو تو وہ بھی زبان سے کہتے ہوں گے۔ آخری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو انسانوں کا شکر گزار نہیں وہ

اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔اس لیے میں ان حضرات کا جنہوں نے ملاقات کے اسباب مہیا کیے اور ہماری حاضری کا سبب بنے، ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان پر خیر و برکت فرمائے۔

حضرت ان کلمات پر پہنچے تھے کہ آپ کو دل کی تکلیف شروع ہو گئی، سینے میں درد ہونے لگا۔آپ نے بیان فوراً موقوف کر دیا۔آپ کے خادم نے آپ کے سینہ کو کافی دیر تک دبایا، تب جا کر آپ کی طبیعت بحال ہوئی۔بعد ازاں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مد ظلہ العالی نے بیان فرمایا۔آپ نے فرمایا: میری تقریر کے مخاطب طلبہ عزیز ہیں۔آپ نے طلبائے کرام کو وسیع اور قیمتی نصائح فرمائیں کہ طلبہ خوب محنت اور توجہ سے علم حاصل کریں۔اپنے وقت کو ضیاع سے محفوظ رکھیں۔خاص طور پر طلبہ کو موبائل فون کے فتنے سے خبردار کیا۔

آخر میں پاکستانی وفد کی جانب سے میزبانوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی دامت برکاتہم کو دعوت دی گئی۔دلچسپ امر یہ ہے کہ حضرت امیر الہند مولانا سید ارشد مدنی نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ تقریر میں نہ قصہ گوئی ہو اور نہ قصیدہ گوئی۔یعنی حضرت اپنی تعریف سننا پسند نہیں فرماتے۔اس لیے اپنی تعریف کو قصیدہ گوئی سے تعبیر فرمایا۔چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں مہمانوں اور میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔

سند حدیث پر شیخ دیوبند کے دستخط

دوران اجتماع احقر نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ آج آپ ہمیں روایت حدیث کی اجازت تو مرحمت فرما چکے ہیں، میری خواہش یہ ہے کہ میری سند حدیث پر آپ اپنے دستخط بھی کر دیں، یہ دستخط میرے لیے باعث اعزاز و برکت ہوں گے۔ حضرت کا ارادہ مستقل سند تحریر کر کے دینے کا تھا لیکن قلت وقت کے پیش نظر آپ نے میری دورہ حدیث کی سند پر ہی دستخط فرما دیے۔ یہ میرے لیے ایک اور بڑا اعزاز تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا عبد المجید لدھیانوی ؒ سے بھی دستخط کی درخواست کی تو انہوں نے بھی سند پر دستخط فرما دیے۔ احقر نے رات کے کھانے پر جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی سے بھی روایت حدیث اور سند پر دستخط کی درخواست کی تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ میں حضرت مدنی ؒ کا بلا واسطہ شاگرد نہیں ہوں۔ ہمارے حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب دامت برکاتہم حضرت کے شاگرد ہیں۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کی جانب سے آپ کو اجازت مرحمت فرمائیں اور پھر وہ مجھے حضرت کے پاس لے گئے۔ انہیں ارشاد فرمایا کہ آپ نے ان کو اجازت حدیث دینی ہے اور انکار نہیں کرنا۔ اس پر حضرت اعظمی صاحب نے حامی بھرلی اور علی الصبح ہمارے کمرے میں تشریف لا کر اس اعزاز سے نوازا اور سند پر دستخط بھی کر دیے۔ یوں یہ ڈھیروں سعادتیں اللہ تعالیٰ نے میرے حصے میں جمع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو یہ سندیں

نبھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

اب میری سند حدیث پر درج ذیل بزرگوں کے دستخط ہیں

۱)...... شیخ الحدیث مولانا محمد سعید پالنپوری دامت برکاتھم العالیہ دارالعلوم دیوبند

۲)...... تلمیذ حضرت مدنی حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتھم دارالعلوم دیوبند

۳)...... شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد نوراللہ مرقدہ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

۴)...... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

۵)...... حضرت اقدس مولانا عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ ساہیوال سرگودھا

۶)...... حضرت اقدس مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتھم جامعہ دارالعلوم کراچی

۷)...... شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتھم جامعہ دارالعلوم کراچی

۸)...... شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد شاہ بخاری دامت برکاتھم فیصل آباد

۹)...... حضرت مولانا محمد قاسم دامت برکاتھم

۱۰)...... حضرت مولانا غلام قادر دامت برکاتھم

علاوہ ازیں درج ذیل اکابر سے بھی بحمداللہ اجازت حدیث حاصل ہے۔

۱)...... حضرت مولانا شیخ سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ

۲)...... حضرت اقدس حضرت مولانا محمد نافع نوراللہ مرقدہ فاضل دیوبندہ

۳)...... حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ

۴)...... حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتھم مکہ کرمہ

تقریب کے اختتام پر اذان ہوئی اور تھوڑی ہی دیر بعد جماعت کروائی گئی۔ دارالعلوم دیوبند کی تینوں مسجدوں کے امام وخطیب ماشاءاللہ خوش آواز اور خوش الحان ہیں۔لیکن مرکزی مسجد ”مسجد رشید“ میں نماز ادا کرنے کا لطف ہی نرالا تھا۔نماز سے فراغت کے بعد ہمیں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا سید اسجد مدنی کے ہاں کھانے کے لیے جانا تھا۔مہمانوں کے لیے مسجد کے باہر گاڑیاں منگوالی گئیں تھیں۔طلبائے دارالعلوم دیوبند مہمانوں سے مصافحہ کرنے کے لیے بے تاب تھے،یہ لوگ ہماری جانب لپکتے،ان کے اساتذہ کرام انہیں ڈانٹ کر پیچھے کر دیتے۔چنانچہ طلبہ نے مہمانوں کے راستے پر دونوں جانب لائنیں بنالیں،مہمان دونوں صفوں کے درمیان سے گزر کر جارہے تھے،مہمانوں کی زیارت کے لیے طلبہ کی لمبی لمبی قطاریں گاڑیوں کے راستے میں بھی لگادی گئیں۔یہ طلبہ ہمیں دعاؤں کی درخواست کرکے بار بار شرمندہ کررہے تھے۔

خانوادۂ مدنی کی جانب سے عشائیہ

تھوڑی دیر بعد ہم ”جامعہ اسلامیہ للبنات دیوبند“ پہنچے۔اس مدرسہ کا تعارف گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔مہمانوں کے لیے مدرسہ کے خوبصورت لان میں بڑے ہی سلیقے کے ساتھ کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ہوا کے لیے نہایت ہی خوبصورت اور دراز قامت پنکھے لگائے گئے تھے۔کچھ دیر ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ کر محظوظ ہوتے رہے۔موسم معتدل اور خوشگوار تھا،ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔یہاں انتظارگاہ کے قریب ہی ایک بڑی میز پر مہمانوں کے لیے نہایت ہی سلیقے کے ساتھ کتب لگائی گئی تھیں۔مہمانوں نے اپنی

اپنی پسند کی کتب لیں۔ جن میں جمعیت علمائے ہند کی خدمات پر مشتمل خوبصورت تعارف بھی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں مدرسہ کے ہال کمرے میں کھانا دسترخوان پر سجادیا گیا۔ مہمانوں کو بلایا گیا۔ یہاں پاکستانی مہمانوں کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے کبار اساتذہ کرام بھی شریک تھے۔ پہلے کی طرح حضرت الشیخ مولانا سید ارشد مدنی اور مولانا سید اسجد مدنی مدظلھما خود کھڑے خدمت میں مصروف تھے۔

مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ سے طویل نشست اور پاکستانی وفد کے بارے میں ان کے تاثرات

کھانے کے بعد مہمانان گرامی اپنی اقامت گاہ روانہ ہو گئے۔ جب کہ راقم الحروف نے مولانا سید اسجد مدنی صاحب سے بنات کے نصاب تعلیم اور ہندوستانی مدارس کے نصاب ونظام سے متعلق معلومات کے حصول کے لیے وقت لیا ہوا تھا اور وہ وقت آج رات کا طے تھے۔ ویسے بھی آج کی رات دیوبند میں اس سفر کی ہمارے لیے آخری رات تھی۔ کھانے سے فراغت پر تقریباً رات کے 11 بج چکے تھے۔ حضرت مولانا سید اسجد مدنی نے ہم سے پندرہ منٹ کھانا تناول کرنے کے لیے مانگے اور پھر تشریف لے گئے۔ میزبانوں کے کھانے سے فراغت کے بعد ہمیں اسی مدرسہ کے دفتر میں بلایا گیا۔ راقم الحروف، مولانا حسین احمد صاحب ناظم تعلیمات جامعہ عثمانیہ پشاور، مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی اور مولانا عزیز الرحمن رحمانی کے ہمراہ دفتر میں مولانا سید اسجد مدنی اور ان کے معاون جمعیت علمائے ہند کے راہنما مولانا مفتی شہاب الدین

سے طویل مشاورت ہوئی۔تبادلہ خیالات ہوا۔یہ مشاورت رات کے ایک بجے تک دراز ہوگئی۔اس مجلس میں جہاں فریقین نے ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کیا وہاں ہمارے میزبانوں کا پاکستانی علما کے بارے میں خوشگوار تاثر بھی ہمارے سامنے آیا۔ مولانا سید اسجد مدنی مدظلہ سے اس سے قبل بھی ایک نشست میں پاکستان کے حوالے سے تبادلہ خیالات ہوا۔احقر نے حضرت کو پاکستانی مسائل، مشکلات، خرابی حالات کے اسباب تفصیلاً بیان کیے۔آج پھر یہ موضوع چل نکلا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ حضرات کی آمد سے قبل پاکستان آنے کا داعیہ کبھی پیدا نہ ہوا تھا۔اب داعیہ پیدا ہونے لگا ہے کہ پاکستان آیا جائے۔ہم نے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ وہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کی معیت میں پاکستان تشریف لانے کا وعدہ فرمائیں۔ حضرت نے بحمداللہ آمادگی کا اظہار فرمایا۔

مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ آپ حضرات کی تشریف آوری سے قبل کم از کم میرا تاثر پاکستان کے علما کے متعلق ٹھیک نہیں تھا۔میں نے غیر ملکی دوروں پر کچھ پاکستانی علما کی وضع قطع، طرز بود و باش اور نشست و برخاست کو دیکھا جو بالکل اکابر و سلف کے مزاج سے مختلف تھا۔اسی طرح ہندوستان میں تشریف لانے والے بعض حضرات کو دیکھ کر بھی غیر معمولی حیرت ہوئی۔اسی بنا پر پاکستانی علما کے بارے میں منفی تاثر قائم ہو گیا تھا لیکن اس وفد کی تشریف آوری کے بعد ہمارا تاثر بالکل بدل گیا ہے۔ان کے بقول ہم آپ حضرات کی نشست و برخواست، وضع قطع اور لباس وغیرہ کو بنظر غائر دیکھتے رہے۔بعض حضرات کی سادگی ان کے لباسوں میں نمایاں تھی۔وفد کے معزز رکن مولانا

محمد یحییٰ لدھیانوی مدظلہ کے بارے میں بتایا کہ میں اس نوجوان کو دیکھتا رہا۔ اتنے سادہ ہیں کہ نہ معلوم وہ کپڑے بھی تبدیل کرتے ہیں یا نہیں۔ الغرض آپ کی آمد سے ہمارے قلوب میں پاکستان اور پاکستان کے علما کی قدردانی میں اضافہ ہوا ہے۔ ہم نے مولانا سے ان کے مدرسۃ البنات کا نصاب تعلیم بھی حاصل کیا۔ جس میں ضروری دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم اور غذا و تغذیہ کا مضمون بطور خاص داخل ہے۔ غذا اور تغذیہ کا مضمون بلاشبہ خواتین کی اہم ضرورت ہے جس میں غذا پکانے کے طریقے سے لے کر غذا کے انتخاب تک سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ غذا کے انتخاب سے مراد یہ ہے کہ شیر خوار بچوں کی غذا کیا ہونی چاہیے۔ جوانوں، بوڑھوں، حاملہ خواتین، غیر حاملہ خواتین کے لیے کون سی غذا مناسب ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ رات کو تقریباً ڈیڑھ بجے ہم لوگ اپنی اقامت گاہ پہنچے اور آرام کیا۔

مؤرخہ 19-اپریل 2014 بروز بدھ

نماز فجر سے فراغت پر سامان کی پیکنگ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بھلا کرے دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کا جنہوں نے ہمیں اس فکر سے آزاد کر دیا۔ ہر کمرے میں طلبہ مجاہدانہ طرز میں پھیل گئے اور مہمانوں کے جملہ امور سرانجام دینے لگے۔ بہت سے طلبہ، اساتذہ اور دیوبند کے عوام ہمیں ملنے آرہے تھے۔ ان میں سے بہت سے حضرات نے اپنی تصنیفات، مطبوعات بھی ہمیں پیش کیں۔ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بلاواسطہ تلمیذ حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی نے اپنی تحریر کردہ "قوت المنعم" شرح صحیح مسلم، حضرت مولانا جمیل

الرحمن سکروڈھوی نے ہدایہ رابع کی شرح تفہیم الہدایہ، ادارہ پیغام محمود دیوبند نے تین سالوں کی ڈائریاں مرحمت کیں۔ دیوبند کی تصاویر اور معلومات سے لبریز کیلنڈر پیش کیا۔ طلبہ دورہ حدیث نے بھی اپنی علمی کاوشیں ہمیں مرحمت فرمائیں۔ ان جملہ کتب کی پیکنگ کے لیے طلبہ ہی کارٹن اور رسیاں وغیرہ لائے اور تھوڑی ہی دیر میں سارا سامان پیک کر کے رخت سفر بندھوا دیا۔

دیوبند سے واپسی

ناشتہ کے بعد تقریباً 8 بجے ہم دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ دیوبند سے ہم ایمان وروحانیت کی ترقیات، محبتیں، یادیں، اکابر کی خوشبو اور پرنم آنکھیں لیے روانہ ہوئے۔ طلبہ، اساتذہ اور عوام الناس سبھی ہمیں الوداع کرنے کے لیے آرہے تھے، ملنے والوں کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ آج نو افراد کی واپسی تھی اور باقی حضرات نے سہارن پور جانا تھا۔ ان کی واپسی چار دن بعد ہونا تھی۔ جبکہ ہمارے پاکستانی میزبان مولانا مفتی محمد مظہر شاہ اسعدی مدظلہ......جو اپنے اہل خانہ کے ہمراہ گئے تھے......نے مزید آٹھ دن رکنا تھا۔ ہمارے ساتھ واپس آنے والوں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ، ان کے خادم مولوی محمد احمد، مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری، مولانا حسین احمد، مولانا عبید اللہ خالد، مولانا خلیل احمد، مفتی حماد خالد اور مولانا صفی اللہ شامل تھے۔ حسب سابق احقر اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں تھے۔ ہمارے میزبانوں میں جمعیت علمائے ہند دہلی دفتر کے ذمہ دار مولانا فضل الرحمن بھی ہمارے رہبر کے طور پر ایک گاڑی میں ہمراہ تھے۔ ہم لوگ تقریباً 12 بجے

دہلی پہنچے۔ جمعیت علمائے ہند کے مرکزی دفتر کے ساتھ مہمان خانہ میں قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ پہنچتے ہی ہم نے کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کیا۔

جامع مسجد دہلی اور لال قلعہ دہلی

نماز ظہر ادا کی اور احقر چند رفقاء کے ہمراہ مشہور زمانہ "لال قلعہ" چلے گئے۔

لال قلعہ مسلمان مغلیہ حکمرانوں کی عظیم یادگار ہے۔ اس وسیع وعریض قلعے میں بادشاہوں کی رہائشی، دفتری، شاہی اور انتظامی عمارتیں موجود ہیں۔ شاہوں کا ایوان و دربار بھی ماضی کی یادیں تازہ کر رہا ہے۔ ان عمارتوں میں موجود شاہوں کے آلات حرب و ضرب، شہزادیوں کے نفیس لباس، شاہی فرامین، شاہی خطوط، نادر کتب اور کچھ دیگر یادگاریں بھی موجود ہیں۔ یہ قلعہ بلاشبہ اپنی وسعت، بلندی اور فن تعمیر کے لحاظ سے عظیم
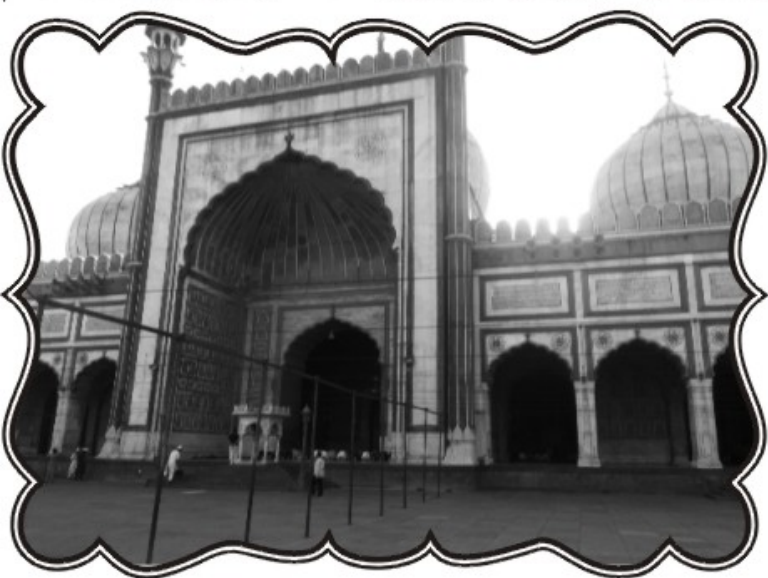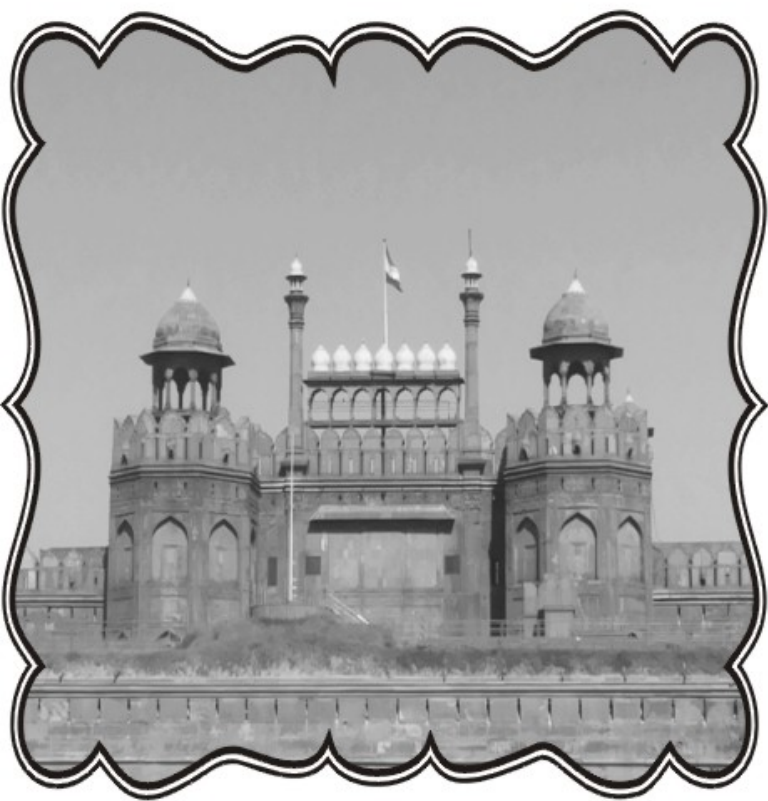
یادگار ہے۔ لیکن نہایت ہی افسوس و حیرت کا پہلو یہ ہے کہ یہ عظیم یادگار ہندوستانی حکومت کی عدم توجہی کا شکار ہو کر اپنی کسمپرسی، اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور بے قدر لوگوں کے ہاتھ میں آجانے کی شکایت زبان حال سے کر رہی تھی۔ آثار قدیمہ کا یہ بین الاقوامی قلعہ نہ صرف ہندوستان کے لیے باعث عزوشرف ہے بلکہ باعث آمدنی بھی ہے۔ اس کے باجود اس کی خستہ حالی اور بوسیدگی ہندوستانی حکمرانوں کے دامن پر مسلم باقیات کے ساتھ ناانصافی وظلم کے خون کے دھبوں کو نمایاں کر رہی ہے۔

لال قلعہ سے ہم جامع مسجد دہلی پہنچے۔نماز عصر جامع مسجد میں ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔دہلی کی جامع مسجد، لاہور کی شاہی جامع مسجد اور ٹھٹھہ شہر کی جامع مسجد مسلم بادشاہوں کی دینی یادگاریں ہیں۔لاہور اور دہلی کی مسجدوں کا تو ڈیزائن بھی ایک جیسا ہی ہے۔یہ مسجد زمین سے کافی بلند ہے۔احقر نے اس کی سیڑھیاں شمار کی تو غالباً ان کی تعداد چھتیس تھی۔یہ مسجد بھی اپنی زبان حال سے حکومت ہند کا مرثیہ پڑھ رہی تھی۔رنگ لال سے کالا، صفائی ندارد، انتظامات برائے نام گویا کہ "خوبصورت باندی حبشی کی گود میں" کا مظہر، دل خون کے آنسو رویا کہ مسلمانوں کی یادوں کو کس طرح نظرانداز کیا جارہا ہے۔

دہلی کی جامع مسجد کے قریب ہی مارکیٹ سے ہم نے مخصوص رومال خریدے، جو صرف ہندستان اور اسی مارکیٹ میں دستیاب ہوتے ہیں۔چادر نما دھاری دار یہ رومال ہمارے بزرگ کندھے پر رکھا کرتے ہیں۔سراج السالکین حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس یہ رومال ہمیشہ ہوتا تھا۔ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ بھی یہ رومال ساتھ رکھتے تھے۔مجھے بطور خاص ہمارے بزرگ دوست حافظ عبدالقیوم نعمانی صاحب مدظلہ نے یہ رومال لانے کا حکم کیا تھا۔ہم نے تلاش کے بعد یہ رومال ڈھونڈے اور خریدے۔ہمارے ساتھ میزبان حضرات کی جانب سے دو ساتھی اور گاڑیاں بھی تھیں۔

دہلی کے قدیم مدارس

مارکیٹ سے فارغ ہو کر ہم نے نماز مغرب مدرسہ و مسجد حسین بخش دہلی میں ادا کی۔ یہاں قائم مدرسہ 1861ء میں دارالعلوم دیوبند سے بھی پہلے قائم ہوا تھا۔ ہم تو اتفاقاً یہاں نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے گئے تھے لیکن بعد میں دوران مطالعہ نظر سے گزرا کہ اس مدرسہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری" بھی زیر تعلیم رہے۔

ہمارے کچھ ساتھیوں کو کسی دوسری مارکیٹ میں جانا تھا لیکن احقر کی خواہش اپنے جد امجد حضرت مولانا عبدالخالق" اور مولانا غلام سرور" کی مادر علمی مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی" کی یادگار "مدرسہ امینیہ" جانے کی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ مدرسہ کچھ فاصلے پر کشمیری گیٹ کے اندر ہے۔ احقر نے یہاں جانے کا ارادہ کیا۔ میرے بعض رفقاء کا کہنا تھا کہ مارکیٹ بند ہونے والی ہے اور اگلے روز یہاں انتخابات ہیں اس لیے اب وقت نہیں ہے۔ میری حسرت میں اضافہ ہو رہا تھا کہ یہ مشکل ڈرائیور نے حل کر دی۔ اس نے کہا کہ میں ایسے راستے سے مارکیٹ جاؤں گا کہ کشمیری گیٹ راستہ میں پڑے گا اور وقت بھی کم خرچ ہوگا۔ چنانچہ ہم لوگ کشمیری دروازہ روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں گاڑی بازار میں جا کر رک گئی، پرانی دہلی بازار کے بیچ سے تنگ گلی سے گزر کر ہم مدرسہ امینیہ جا پہنچے۔ مسجد اور مسجد کے شمال جنوبی اور شرقی جانب دو منزلہ عمارت پر مشتمل یہ مدرسہ سابقہ حالت میں برقرار ہے۔ وقت نہایت ہی مختصر تھا۔ کچھ کمروں میں حاضری دی۔ طلبہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ عمارت قدیم ہی ہے۔ احقر نے طلبہ کو بتایا کہ میرے دو بزرگ یہاں کے فاضل ہیں اور انہوں نے 1937ء میں

یہاں سے دورہ حدیث شریف کیا تھا۔ یہ دونوں بزرگ اولاً دیوبند گئے تھے، لیکن وہاں داخلے مکمل ہو چکے تھے تو دہلی آئے، یہاں بھی داخلے مکمل ہو چکے تھے۔ ان حضرات کو اس شرط پر داخلہ ملا تھا کہ کھانا مدرسہ کی جانب سے نہیں ہوگا۔ میرے جد امجد مولانا عبدالخالقؒ نے مجھے بتایا تھا کہ ہم لوگ یہاں داخل ہو گئے تھے، ماہ ذی الحج تک طلبہ کا بچا ہوا کھانا جمع کر کے کھاتے رہے، ایک مرتبہ ایک محلے دار نے ہمیں اس طرح کھانا جمع کرتے دیکھ لیا تو اس نے سال بھر کے لیے اپنے گھر سے ہمارا کھانا جاری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ایثار کو قبول فرمائے۔ طالب علم نے بتایا کہ تقسیم کے بعد محلے کے حالات تبدیل ہو گئے۔ یہاں سے صحیح العقیدہ لوگ ہجرت کر کے چلے گئے۔ اب مدرسہ کے اردگرد ہندو اور رافضی لوگ رہتے ہیں۔ یہ طالب علم مشرقی جانب ہمیں ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا اور بتایا کہ یہ حضرت مفتی اعظم ہندؒ کا کمرہ ہے۔ کمرے میں اس مدرسہ کے موجودہ شیخ الحدیث بیٹھے تصنیفی کام کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں جامع ترمذی کی شرح "الطیب الشذی" کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں۔ ہم نے حضرت شیخ الحدیث سے مصافحہ کیا اور واپس چل دیے۔ آتے ہوئے میں نے کچھ رقم ایک طالب علم کے حوالے کی اور اپنا وزیٹنگ کارڈ بھی کہ اگر ممکن ہو تو میرے ان بزرگوں کا تعلیمی ریکارڈ دفتر تعلیمات سے نکلوا کر مجھے بذریعہ ڈاک بھجوا دیں۔ اللہ کرے کہ وہ ریکارڈ مل جائے اور یہ طالب علم مجھے بجھوا بھی دے۔ (تاحال یہ ریکارڈ نہیں بھیجا) مجھے اس ریکارڈ کا شدت سے انتظار ہے۔ مدرسہ امینیہ سے نکل کر ہم ایک مارکیٹ پہنچے اور وہاں سے رات کو دفتر میں آ کر قیام کیا۔

آج شب امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی بھی دفتر تشریف لائے۔ ہم لوگ تو ان کی زیارت سے محروم رہے۔ وہ انتخابات کی مصروفیت کی وجہ سے تشریف لے گئے۔ واضح رہے کہ ان دنوں حضرت نہایت ہی مصروف رہے۔ آپ واضح طور پر فرقہ پرست سیاسی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آپ کے انٹرویوز اور بیانات مختلف ٹی وی چینلز پر اور اخبارات میں ان دنوں نمایاں شائع ہوتے رہے۔

10-اپریل 2014 بروز جمعرات: نماز صبح کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر ریلوے اسٹیشن دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ 7:30 بجے شاداب دی ایکسپریس پر ہماری نشستیں بک کروائی گئی تھیں۔ چنانچہ وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ جمعیت علمائے ہند دہلی کے علمائے کرام اور کارکنان نے ہمیں الوداع کہا۔ ہم لوگ ٹرین میں سوار ہوئے اور اپنے میزبانوں سے معانقہ ومصافحہ کیا تو ہم بھی آبدیدہ ہو گئے اور ہمارے میزبان بھی اشک بار نظر آئے۔ مولانا فضل الرحمن جو اس سفر میں ہمارے رفیق رہے، بہت ہی زیادہ غمگین نظر آرہے تھے اور اس کی وجہ فقط علمی و روحانی تعلق کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہم تقریباً 2 بجے امرتسر ریلوے اسٹیشن پہنچے۔

حسب پروگرام ہمارا کھانا امرتسر میں مسلمانوں کے ایک اچھے ریسٹورنٹ میں تھا لیکن ٹرین کے پہنچنے میں نصف گھنٹہ تاخیر ہو گئی اور بارڈر 4 بجے بند ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے کھانے سے معذرت کی۔ یہاں جمعیت علمائے ہند پنجاب کے قائدین ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ہمارا سامان اٹھوا کر فوری گاڑی میں رکھوا دیا گیا

اور گاڑی اٹاری روانہ ہوگئی۔ ہم لوگ تقریباً 3 بجے اٹاری پہنچے۔ امیگریشن میں رش کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوئی لیکن یہاں بھی جمعیت کا اثر ورسوخ کام آیا۔ یہاں کے مقامی افسر جمعیت کے محبین میں سے تھے۔ انہوں نے ہماری امیگریشن فوری کروائی اور بحمد اللہ ساڑھے تین بجے پاکستانی وقت کے مطابق واہگہ پہنچ گئے۔ اب کی بار واہگہ بارڈر پر پاکستانی امیگریشن میں معمولی وقت صرف ہوا۔ یوں علم، روحانیت اور ایمان کا یہ مبارک سفر اختتام پذیر ہوا۔

سرزمین دیوبند

مولانا ظفر علی خان مرحوم

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ملت بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند
حکمت بطحا کی قیمت کو کیا تو نے دو چند

اسم تیرا با مسمیٰ، ضرب تیری بے پناہ
دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند

تری رجعت پر ہزار اقدام سو جاں سے نثار
قرن اول کی خبر لائی تیری الٹی زقند

تو علم بردار حق ہے، حق نگہباں ہے تیرا
خیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند

ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا ان عالمانِ دین قیم نے پسند

جان کر دیں گے جو ناموس محمد ﷺ پر فدا
حق کے رستے میں کٹا دیں گے جو اپنا بند بند

کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

اس میں قاسمؔ ہوں کے انورشہ کہ محمود الحسنؔ
سب کے دل تھے درد مند اور سب کی فطرت ارجمند

گرمیٔ ہنگام تیری آج حسینؔ احمدؔ سے ہے
جن سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سر بلند

دارالعلوم دیوبند کے اولین معمار

اسمائے گرامی	ولادت	وفات
حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ	۱۲۳۷ھ	۱۳۲۲ھ
حضرت مولانا فضل الرحمن دیوبندیؒ	۱۲۴۷ھ	۱۳۲۵ھ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۱۲۴۸ھ	۱۲۹۷ھ
حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	۱۲۴۹ھ	۱۳۰۲ھ
حضرت حاجی سید محمد عابد حسین دیوبندیؒ	۱۲۵۰ھ	۱۳۳۱ھ
حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندیؒ	۱۲۵۲ھ	۱۳۰۸ھ

حضرات صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

اسمائے گرامی	ولادت	وفات	فراغت	ابتدا	انتہا	مدت
حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	۱۲۴۹ھ	۱۳۰۲ھ		۱۲۸۳ھ	۱۳۰۲ھ	۱۹ سال
حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ				۱۳۰۲ھ	۱۳۰۷ھ	۶ سال
حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۱۲۶۸ھ	۱۳۳۹ھ	۱۲۸۹ھ	۱۳۰۸ھ	۱۳۳۳ھ	۲۵ سال
حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ	۱۲۹۲ھ	۱۳۵۲ھ	۱۳۱۴ھ	۱۳۳۳ھ	۱۳۴۶ھ	۱۲ سال
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۱۲۹۶ھ	۱۳۷۷ھ	۱۳۱۶ھ	۱۳۴۶ھ	۱۳۷۷ھ	۳۲ سال
حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ	۱۳۰۴ھ	۱۳۸۷ھ	۱۳۲۷ھ	۱۳۷۷ھ	۱۳۸۷ھ	۱۰ سال

اسمائے گرامی	ولادت	وفات	فراغت	ابتدا	انتہا	مدت
حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ	۱۳۰۷ھ	۱۳۹۲ھ	۱۳۲۸ھ	۱۳۸۷ھ	۱۳۹۲ھ	۵ سال
حضرت مولانا معراج الحق دیوبندیؒ	۱۳۲۸ھ	۱۴۱۲ھ	۱۳۵۱ھ	۱۴۰۲ھ	۱۴۱۲ھ	۱۰ سال
حضرت مولانا نصیر احمد خان بلند شہریؒ	۱۳۳۷ھ	۱۴۳۱ھ	۱۳۶۳ھ	۱۴۱۲ھ	۱۴۲۹ھ	۱۷ سال
حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری	۱۳۶۲ھ	باحیات	۱۳۸۲ھ	۱۴۲۹ھ	جاری	جاری

ارباب اہتمام دارالعلوم دیوبند

اسمائے گرامی	ولادت	فراغت	وفات	ابتدا	انتہا	مدت
حضرت حاجی سید محمد عابد حسین دیوبندؒ	۱۲۵۰ھ		۱۳۳۱ھ	۱۲۸۳ھ ۱۲۸۶ھ ۱۳۰۶ھ	۱۲۸۴ھ ۱۲۸۸ھ ۱۳۱۰ھ	۱۰ سال
حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندؒ	۱۲۵۲ھ		۱۳۰۸ھ	۱۲۸۴ھ ۱۲۸۸ھ	۱۲۸۵ھ ۱۳۰۶ھ	۱۹ سال
حضرت حاجی فضل حق دیوبندؒ				۱۳۱۰ھ	۱۳۱۱ھ	۱ سال
حضرت مولانا محمد منیر نانوتویؒ	۱۲۴۷ھ			۱۳۱۱ھ	۱۳۱۳ھ	۵.۱ سال
حضرت مولانا محمد احمد دیوبندؒ	۱۲۴۷ھ			۱۳۱۱ھ	۱۳۱۳ھ	۵.۱ سال
حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن عثمانی		۱۳۰۰ھ	۱۳۴۸ھ	۱۳۴۷ھ	۱۳۴۸ھ	۲۵.۱ سال
حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	۱۳۰۵ھ	۱۳۲۵ھ	۱۳۶۹ھ	۱۳۵۴ھ	۱۳۶۲ھ	۸ سال
حضرت قاری محمد طیب دیوبندؒ	۱۳۱۵ھ	۱۳۳۷ھ	۱۴۰۳ھ	۱۳۴۸ھ	۱۴۰۱ھ	۵۳ سال
حضرت مولانا مرغوب الرحمن بجنورؒ	۱۳۳۴ھ	۱۳۵۲ھ	۱۴۳۱ھ	۱۴۰۲ھ	۱۴۳۱ھ	۳۰ سال
حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ			باحیات	۱۱،۱،۱۰	۱۱،۸،۲۳	۷ ماہ
حضرت مفتی ابو القاسم نعمانیؒ		۱۳۸۳ھ	باحیات	۱۱،۸،۲۴		جاری

دار العلوم دیوبند کا فیض چہار سو پھیلا ہے دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں دار العلوم دیوبند کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تلامذہ موجود نہ ہوں، بلاشبہ علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم کا دنیا بھر میں جاری سلسلہ دار العلوم دیوبند سے جڑا ہوا ہے، پاکستان کے علمی حلقوں میں دار العلوم کا فاضل ہونا بہت بڑا اعزاز گردانا جاتا ہے، اور پھر فضلاء دار العلوم نے حضرت شیخ الہند ؒ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی ؒ کے تلامذہ کے علم وفضل کے خاص طور پر چرچے ہیں۔ قلبی خواہش تھی کہ کسی طرح دار العلوم دیوبند کے دفتر تعلیمات سے فضلاء دار العلوم دیوبند کی فہرستیں حاصل کی جائیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہ تھا دفتر تعلیمات حاضری کے باوجود اس تقاضے کے اظہار کی جرت نہ کی، لیکن حق تعالیٰ نے دست گیری فرمائی کہ ادارہ پیغام محمود دیوبند نے اپنی شائع کردہ تین عدد ڈائریاں اور چند کیلنڈر بطور ہدیہ کے پیش کیں، ان ڈائریوں میں ایک حد تک فضلاء دار العلوم کی فہرست دستیاب ہوگی، چنانچہ اس فہرست کو اس کتاب کا حصہ بنایا جارہا ہے، ترتیب کے مطابق فضلاء دیوبند میں سب سے پہلے ان فضلاء کی فہرست مذکور ہے جنہوں نے استاذ الاساتذہ حضرت اقدس مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ کے دور صدارت تدریس میں دورہ حدیث شریف کیا اس کے بعد وہ فضلاء جنہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ کے عہد صدارت میں دورہ حدیث شریف پڑھا اور حضرت سے کسب علم وفیض فرمایا۔ اس کے بعد ان فضلاء کی فہرست موجود ہے جنہوں نے خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیر ؒ کے عہد مبارک میں دورہ حدیث شریف پڑھا یہ زمانہ ۱۲۸۴ھ

تا ۱۳۴۵ھ ہے، اس کے بعد کی تفصیلی فہرست دستیاب نہ ہوسکی، چنانچہ پاکستان آکر دارالعلوم دیوبند بذریعہ ای میل مراسلت شروع کی اور ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۶۶ھ کے فضلاء کا ریکارڈ طلب کیا تو جوابی مراسلہ محافظ خان کے نگران نے تحریر فرمایا کہ "مطلوبہ فضلاء کی فہرست ۱۳۷۲ اعداد پر مشتمل ہے جس کا نقل کرنا ایک مشکل امر ہے نیز اگر رجسٹر سے فوٹو کاپی کرائی جائے تو رجسٹر بھی بوسیدہ ہے مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے ضلع وار تعداد تلاش کر کے درج کردی گئی ہے آگے جیسا حکم ہوگا تعمیل کی جائے گی" یہ فہرست ضلع وار انشاء اللہ آخر میں ذکر کی جائے گی۔

تلامذہ استاذ الاساتذہ دارالعلوم دیوبند

۱۲۸۴ھ بمطابق ۱۸۶۷ء

تعداد کل طلبہ: ۱۰۰

شرکائے دورہ حدیث: ۱

مولانا میرباز خاں تھانوی

۱۲۸۵ھ بمطابق ۱۸۶۸ء

تعداد کل طلبہ: ۱۱۴

شرکائے دورہ حدیث: ۳

مولانا محمد فاضل پھلتی

مولانا فتح محمد تھانوی

مولانا احمد حسین پنجابی

۱۲۸۶ھ بمطابق ۱۸۶۹ء

تعداد کل طلبہ: ۹۲

شرکائے دورہ حدیث: ۱

مولانا خلیفہ احمد حسین دیوبندی

۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۷۰ء

تعداد کل طلبہ: ۸۷

شرکائے دورہ حدیث:

مولانا عبدالحق پورقاضی

مولانا پیرجی عبداللہ

مولانا عبداللہ گوالیاری

مولانا محمد اسحق افضل گڑھی

مولانا عبدالعزیز دیوبندی

مولانا محمود حسن دیوبندی

مولانا پیرجی صدیق انبہٹہ

مولانا مراد ساکن پٹن

مولانا منفعت علی دیوبندی

مولانا مشیت علی بجنوری

تکمیل حدیث حضرت نانوتویؒ سے

۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۱ء

تعداد کل طلبہ: ۱۰۶

دورہ حدیث میں کوئی نہیں

۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء

تعداد کل طلبہ: ۱۴۵

دورہ حدیث میں کوئی نہیں

۱۲۹۰ھ بمطابق ۱۸۷۳ء

تعداد کل طلبہ: ۸۳

شرکائے دورہ حدیث: ۵

مولانا عبدالوارث نابینا پشاوری

۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۴ء

تعداد کل طلبہ: ۱۸۳

شرکائے دورہ حدیث: ۲

مولانا عبدالحق بریلوی

مولانا عبداللطیف سہنس پوری

۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ء

تعداد کل طلبہ: ۱۷۸

دورہ حدیث میں کوئی نہیں

۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۶ء

تعداد کل طلبہ: ۱۹۸

شرکائے دورہ حدیث: ۷

مولانا محمد سلیم اعظمی

مولانا محمد منظور کلکتہ

مولانا محمد ساکن بٹالہ

مولانا محمد صادق مدراسی

مولانا سراج الحق دیوبندی

مولانا حافظ محمد ساکن ٹونک

۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء

تعداد کل طلبہ: ۲۱۵

شرکائے دورہ حدیث: ۲

مولانا عتیق الرحمن مدراسی

مولانا احمد حسن دیوبندی

۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء

تعداد کل طلبہ: ۱۸۸

شرکائے دورہ حدیث: ۵

مولانا رحیم بخش شیر کوٹی

مولانا احمد علی مراد آبادی

مولانا واجد علی منگلوری

مولانا محمد علی پوری

مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی

۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۸ء

تعداد کل طلبہ: ۱۶۴

شرکائے دورہ حدیث: ۹

مولانا حافظ محمد اسحق فرخ آبادی

مولانا عبد الحق ساکن ڈھکہ

مولانا احمد الدین ہزاروی

مولانا عبد الکریم دیوبندی

مولانا عبد الرحمن چرتھاولی

مولانا مقصود عالم چاند پوری

مولانا محمد زکریا دیوبندی

مولانا خلیل الرحمن روڑکی

مولانا مجتبیٰ حسن چاند پوری

۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۷۹ء

تعداد کل طلبہ: ۱۸۶

شرکائے دورہ حدیث: ۳

مولانا عبداللطیف ہزاروی

مولانا احمد علی

مولانا اسحٰق نہٹوری

مولانا عبدالمومن دیوبندی

مولانا محمد یحییٰ دیوبندی

مولانا قاسم علی کمہار ہیڑہ

مولانا نور احمد دیوبندی

مولانا ناصر علی دیوبندی

مولانا عبدالحکیم لاوڑی

مولانا عبدالقادر چاٹگامی

مولانا عبدالرحمن مراد آبادی

مولانا عبدالرحمن شامی

مولانا شاہ زماں لاہوری

۱۲۹۸ھ بمطابق ۱۸۸۰ء

تعداد کل طلبہ: ۲۲۴

شرکائے دورہ حدیث: ۲

مولانا سلطان احمد ہزاروی

مولانا علاء الدین دیوبندی

۱۲۹۹ھ بمطابق ۱۸۸۱ء

تعداد کل طلبہ: ۱۸۷

شرکائے دورہ حدیث: ۱۲

مولانا حافظ اشرف علی تھانوی

مولانا نصر الدین نگینوی

۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۲ء

تعداد کل طلبہ: ۱۷۰

شرکائے دورہ حدیث: ۸

مولانا عبدالوہاب یوسف پور

مولانا سید علی بہاری

مولانا فضل حسین چاٹگامی

مولانا عبدالحق چاٹگامی

مولانا عثمان کلاں دہلوی

مولانا سراج الحق راجستھانی

مولانا حبیب الرحمن دیوبندی

مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی

۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۳ء

تعداد کل طلبہ: ۱۵۲

شرکائے دورۂ حدیث: ۹

مولانا محمد مرتضیٰ باشندہ

مولانا سعد الدین کشمیری

مولانا معز الدین کشمیری

مولانا احمد جان دیوبندی

مولانا محمد یٰسین دیوبندی

مولانا محمد عباس قمۃ

مولانا احمد حسن انبالہ

مولانا مقیم الدین بجنوری

مولانا جمال احمد چاٹگامی

۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۸۸۴ء

تعداد کل طلبہ: ۱۵۹

شرکائے دورۂ حدیث: ۳

مولانا محمد لطیف گوہاٹی

مولانا حمید الرحمن چاٹگامی

مولانا امداد علی چاٹگامی

۱۳۰۳ھ بمطابق ۱۸۸۵ء

تعداد کل طلبہ: ۱۷۲

شرکائے دورۂ حدیث: ۶

مولانا مقیم الدین سہسوانی

مولانا غلام رسول بغوی

مولانا محمد علی سدراجی

مولانا عبد الواحد چاٹگامی

مولانا مظہر حسن رامپوری

مولانا نور الحسن دیوبندی

۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۶ء

تعداد کل طلبہ: ۱۹۵

شرکائے دورہ حدیث: ۶

مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری

مولانا فضل احمد ہزاروی

مولانا عطاء الحق چاندپوری

مولانا محمد یحییٰ دیوبندی

مولانا ذکی اللہ کیرانوی

مولانا عبید الرحمن بنگالی

مولانا حافظ محمد عثمان دہلوی

مولانا عبد القادر چاٹگامی

مولانا سید علی جالندھری

۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۸۸۷ء

تعداد کل طلبہ: ۲۱۵

شرکائے دورہ حدیث: ۸

مولانا ابو الحسن مظفر نگری

مولانا نور محمد بمبئی

مولانا محمد سلیمان لاہور

مولانا عبد الرحمن انبالہ

مولانا غلام احمد پنجابی

۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۸ء

تعداد کل طلبہ: ۱۹۰

شرکائے دورہ حدیث: ۶

مولانا محمد یٰسین انبالہ

مولانا وہاج الدین بجنوری

مولانا شبیر علی نگینہ

مولانا اسمٰعیل سورتی

مولانا فیاض الدین شیر کوٹی

مولانا رحمت علی فیروز پوری

۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۸۸۹ء

تعداد کل طلبہ: ۱۷۸

شرکائے دورہ حدیث: ۴

مولانا میر زاہد اللہ افغانستانی

مولانا محمد چاٹگامی

مولانا عبدالحکیم چاٹگامی

مولانا شمس الہدیٰ نواکھالی

تلامذۂ شیخ التفسیر مولانا محمود حسنؒ

۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۸۹۰ء

تعداد کل طلبہ: ۲۷۲

شرکائے دورۂ حدیث: ۲۴

مولانا گل محمد بجنوری

مولانا محمد یٰسین شیرکوٹی

مولانا شاہ عالم پنجابی

مولانا نور زماں پنجابی

مولانا علی اکبر پنجابی

مولانا برہان الدین پنجابی

مولانا عبدالمنان بردوانی

مولانا محرم علی بنگالی

مولانا ہلال الدین جسری

مولانا سید اعظم ولایتی

مولانا عبدالحلیم کشمیری

مولانا عبدالرزاق سہرساوی

مولانا محمد مرحوم پنجابی

مولانا شاہ دین پنجابی

مولانا عبدالحیٔ سہرساوی

مولانا امیر حسن بنگالی

مولانا رحیم اللہ انعام پوری

مولانا عبدالکبیر کولاپوری

مولانا حبیب اللہ چاٹگامی

مولانا محمد اسحٰق کٹھوری

مولانا محمد سلیمان نوشہرہ

مولانا حمید اللہ بنگالی

مولانا غلام محمد پنجابی

مولانا محمد علی پنجابی

۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۱ء

تعداد کل طلبہ: ۲۶۴

شرکائے دورۂ حدیث: ۳۱

مولانا صدیق احمد فیض آبادی
مولانا انتظار حسین بجنوری
مولانا محمد یسین اعظمی
مولانا ولایت حسین گیاوی
مولانا محمد اسحق الہ آبادی
مولانا خیر الدین ہزاروی
مولانا نجم الدین ہزاروی
مولانا عبد الوحید سہسرامی
مولانا ساجد اللہ چاٹگامی
مولانا مبارک علی نواکھالی
مولانا فضل حق چاٹگامی
مولانا عبد المجید چاٹگامی
مولانا احمد علی سیالکوٹی
مولانا محبوب عالم پنجابی
مولانا محمد فاضل پنجابی
مولانا سید محمود افغانی
مولانا نور جمال افغانی
مولانا محمد رشید افغانی

مولانا قلندر افغانی
مولانا شاہ زماں افغانی
مولانا محمد کبیر افغانی
مولانا عبد الجلیل افغانی
مولانا وقار علی منگلوری
مولانا فضل حق گجراتی
مولانا محمد عمر سورتی
مولانا غلام نبی نابینا
مولانا عبد الرحیم برمی
مولانا فضل الحق چاٹگامی
مولانا نور عالم افغانی
مولانا شاہ زماں افغانی
مولانا اصغر علی سلہٹی

۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء

تعداد کل طلبہ: ۲۸۸
شرکائے دورۂ حدیث: ۲۷
مولانا سرور شاہ کشمیری

مولانا عبدالرحمن کھتیلی
مولانا محمد احکم انبہٹہ
مولانا احمداللہ خاں سہارنپوری
مولانا حسن رضا سیوہاروی
مولانا سعیدالدین نصیر آبادی
مولانا الٰہی بخش نصیر آبادی
مولانا حسین جوراسوی
مولانا اسحاق امرتسری
مولانا اسعد علی بنگالی
مولانا عبدالحکیم چاٹگامی
مولانا معین الدین چاٹگامی
مولانا کرامت علی چاٹگامی
مولانا علیم الدین چاٹگامی
مولانا عبدالمجید چاٹگامی
مولانا عبدالجلیل چاٹگامی
مولانا عبدالحکیم چاٹگامی
مولانا محمد مدثر افغانی
مولانا محمد یوسف افغانی

مولانا محمد فاضل راولپنڈی
مولانا خیر محمد کابلی
مولانا کریم بخش پنجابی
مولانا عبدالمجید چاٹگامی
مولانا ریحان الدین کمرلائی
مولانا احمداللہ کمرلائی
مولانا محبت علی چاٹگامی
مولانا کریم الدین چاٹگامی

۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۳ء

تعداد کل طلبہ: ۲۹۸
شرکائے دورہ حدیث: ۲۴
مولانا محمد ملیح آبادی
مولانا عبیداللہ بنگالی
مولانا سید علی شاہ ڈیرہ اسماعیل خان
مولانا محمد حسن غزنوی
مولانا حفیظ اللہ پنجابی
مولانا رحیم بخش پنجابی

مولانا عبدالرحیم ہرانی
مولانا غوث محمد پنجابی
مولانا گل محمد افغانی
مولانا لطیف اللہ پشاوری
مولانا سید احمد راولپنڈی
مولانا جان علی چاٹگامی
مولانا شجاعت علی چاٹگامی
مولانا محمد رمضان کشمیری
مولانا فضل حق ہزاروی
مولانا عبدالرحمن ہزاروی
مولانا رحمت اللہ منگالی
مولانا کلیم اللہ چاٹگامی
مولانا حسن شاہ اروئی
مولانا حسن شاہ اورئی
مولانا محمد یٰسین سلہٹی
مولانا عبدالعزیز بنگالی
مولانا محمد صدیق جسری
مولانا عبداللہ نعمانی
مولانا عبدالمجید مظفر آبادی

۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۸۹۴ء

تعداد کل طلبہ: ۲۹۳
شرکائے دورۂ حدیث: ۴۰

علامہ انور شاہ کشمیری
مولانا مشیت اللہ بجنوری
مولانا نجیب اللہ بجنوری
مولانا رحمت اللہ حمدانی
مولانا عبدالصمد بجنوری
مولانا مقبول الرحمن فرید پوری
مولانا محمد صادق سندھی
مولانا محمد ابراہیم بنگالی
مولانا مخلص الرحمن چاٹگامی
مولانا حسن اللہ چاٹگامی
مولانا احمد الرحمن چاٹگامی
مولانا عبدالحنان پشاوری
مولانا بادشاہ گل پشاوری
مولانا محمد عثمان پشاوری
مولانا اکرم پنجابی

مولانا محرم الدین پنجابی
مولانا وارث حسن فتح پوری
مولانا محمد الدین شاہ پوری
مولانا برہان الدین ہزاروی
مولانا خیر محمد کابلی
مولانا محمد اسحٰق سداراسی
مولانا سید یوسف مدراسی
مولانا امین الدین ایلوی
مولانا عبدالرزاق سندھی
مولانا عبدالقادر پنجابی
مولانا عبداللہ بنگالی
مولانا احمد اللہ بنگالی
مولانا عزیز الرحمن بنگالی
مولانا مقبول احمد چاٹگامی
مولانا وحید اللہ چاٹگامی
مولانا احمد علی برمی
مولانا محمد حنیف سیکروی
مولانا عبدالحمید نواکھالی

مولانا بدیع الزماں بنوی
مولانا عبدالرحمن اکبر پوری
مولانا فضل الرحمن سلہٹی
مولانا نور محمد پنجابی
مولانا عبدالعزیز سری رامپوری
مولانا غلام یحییٰ صواتی
مولانا فضل الرحمن پشاوری

۱۳۱۳ھ بمطابق ۱۸۹۵ء

تعداد کل طلبہ: ۲۲۴
شرکائے دورہ حدیث: ۳۵

مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری
مولانا عزیز الرحمن پنجابی
مولانا محمد شفیع (اللہ رکھا) دیوبندی
مولانا وجیہہ اللہ سندھی
مولانا علاء الدین جہلم
مولانا خلیل الرحمن افغانی
مولانا ضیاء الحق دیوبندی

مولانا سید حسن ویشالی
مولانا محمد قاسم دیوبندی
مولانا سید حسن ہزاروی
مولانا افاض الدین بنگالی
مولانا یعقوب سنامی
مولانا خدا بخش پنجابی
مولانا عبدالرحیم اورنگ آبادی
مولانا تاج الدین پنجابی
مولانا عبداللطیف بنگالی
مولانا عبدالمجید شاہ جہانپوری
مولانا عبدالفتاح بنگالی
مولانا عبدالعزیز نواکھالی
مولانا رحمت اللہ پنجابی
مولانا محمد ناصر سلہٹی
مولانا غلام قادر بنگالی
مولانا محبوب الٰہی کیرانوی
مولانا حبیب الرحمن بنگالی
مولانا محمد ہاشم پنجابی

مولانا محمد یعقوب بنگالی
مولانا محمد مخدوم فتح پوری
مولانا تراب الدین بنگالی
مولانا عبیدالرحمن بنگالی
مولانا ساجد الحق بنگالی
مولانا ابوالخیر بنگالی
مولانا محمد افغانی
مولانا بہادر شاہ پنجابی
مولانا عبدالباری بنگالی
مولانا نورالدین چاٹگامی

۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۶ء

تعداد کل طلبہ: ۲۴۱

شرکائے دورۂ حدیث: ۸

مولانا عبدالکریم پھلوی
مولانا عبداللہ حافظ آبادی
مولانا جناب شاہ پنجابی
مولانا محمد وصیل بلخی

مولانا حضرت اللہ پکھلوی

مولانا ضرغام الدین کولی

مولانا عبدالرحمن ہزاروی

مولانا اصغر علی بنگالی

۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء

تعداد کل طلبہ: ۲۳۹

شرکائے دورہ حدیث: ۲۷

مولانا سید حسین احمد فیض آبادی

مولانا سید احمد فیض آبادی

مولانا علی اکبر ہزاروی

مولانا سید حسن ہزاروی

مولانا محمد امیر پنجابی

مولانا عبدالرحمن پنجابی

مولانا عبدالحکیم پنجابی

مولانا محمد اکرم فاروقی پنجابی

مولانا عمر داد پنجابی

مولانا مظہر سعید گیاوی

مولانا گل حسن بفوی

مولانا زین الدین ہزاروی

مولانا عبدالکریم پنجابی

مولانا نظام الدین پنجابی

مولانا کریم بخش پنجابی

مولانا سمیع اللہ چلاسوی

مولانا اشرف الحق رتن پوری

مولانا شفیع اللہ

مولانا محمد اسماعیل فیض آبادی

مولانا ظہور الدین دیوبندی

مولانا عبدالرحمن مراد آبادی

مولانا محمد حنیف میرٹھی

مولانا محمد ذکی ابوذر الہ آبادی

مولانا فضل الرحمن سہسیوری

مولانا امید رضا بنگالی

مولانا عباس علی بنگالی

مولانا عبدالصمد بنگالی

۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۸ء

تعداد کل طلبہ: ۲۶۲

شرکائے دورہ حدیث: ۱۸

مولانا نجم الدین پنجابی

مولانا غلام حسین پنجابی

مولانا خیر محمد پنجابی

مولانا غلام رسول پنجابی

مولانا عظمت اللہ پنجابی

مولانا احمد شاہ پنجابی

مولانا محمود حسن بریلوی

مولانا سعید خاں رامپوری

مولانا محمد ابراہیم سنبھلی

مولانا غلام محمد مغربی پاکستان

مولانا عبدالحکیم اعظمی

مولانا عبیداللہ مغربی پاکستان

مولانا علیح حسن پٹنہ

مولانا امام الدین جالندھری

مولانا عبدالرحمن جالندھری

مولانا محمد اعظم گورکھپوری

مولانا رمیض احمد بنگالی

مولانا نور محمد ہزاروی

۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء

تعداد کل طلبہ: ۲۳۴

شرکائے دورہ حدیث: ۱۹

مولانا حامد حسن گنگوہی

مولانا بشیر احمد بڈھانوی

مولانا عبدالوحید سنبھلی

مولانا جعفر علی نگینوی

مولانا علی احمد جولوی

مولانا محمد یوسف بجنوری

مولانا محمد یوسف دیوبندی

مولانا کریم بخش سنبھلی

مولانا عبدالمجید سنبھلی

مولانا احمد اللہ پانی پتی

مولانا محمد سلیم بخاری

مولانا عبدالہادی بخاری
مولانا بہاء الدین پنجابی
مولانا حیدر علی خوقندی
مولانا قربان علی بنگالی
مولانا اسرائیل ہزاروی
مولانا محمد احسن پنجابی
مولانا عبدالرحیم ہزاروی
مولانا احسن اللہ بنگالی

۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء

تعداد کل طلبہ: ۲۵۴
شرکائے دورۂ حدیث: ۲۶
مولانا سید اصغر حسین دیوبندی
مولانا عبدالسمیع (انصاری دیوبندی)
مولانا نورالحسن دیوبندی
مولانا محمد حنیف دیوبندی
مولانا محمد سہول بھاگلپوری
مولانا محمد رمضان لدھیانوی
مولانا محمد یٰسین نگینوی

مولانا فخرالدین رائے بریلوی
مولانا خدا بخش بہاری
مولانا عصمت علی بنگالی
مولانا عبدالرزاق پشاوری
مولانا فیض الحسن کیرانوی
مولانا عبدالقادر بنگالی
مولانا عبدالباری مظفر نگری
مولانا اقبال احمد سیکر
مولانا عبدالعزیز پنجابی
مولانا عبدالحلیم ہزاروی
مولانا عالم الدین کشمیری
مولانا خدا بخش کشمیری
مولانا فضل احمد ہزاروی
مولانا سید محمود پشاوری
مولانا غلام حبیب پشاوری
مولانا عبدالحکیم بخاری
مولانا حمیدالدین ہزاروی
مولانا محمد علی نگینوی
مولانا عبدالرحمن پٹیالوی

۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء

تعداد کل طلبہ: ۲۵۱

شرکائے دورہ حدیث: ۲۸

مولانا بدرالدین پنجابی

مولانا مظہر علی سہارنپوری

مولانا غلام رسول پنجابی

مولانا عبدالعزیز مونگیری

مولانا ہادی حسن کھنجھاروی

مولانا ضمیر الدین بنگالی

مولانا اسمٰعیل بجنوری

مولانا رحمت اللہ نہٹوری

مولانا مشیت اللہ بجنوری

مولانا اصحاب الدین پشاوری

مولانا غلام حسین بنگالی

مولانا نور احمد پنجابی

مولانا غلام احمد پنجابی

مولانا غلام نبی پنجابی

مولانا محمد لطیف پنجابی

مولانا محمد میاں بڈھانوی

مولانا عبداللطیف ہزاروی

مولانا محمد اسمٰعیل احمد آبادی

مولانا محمد عمران بنگالی

مولانا عبدالودود بنگالی

مولانا عطا محمد پنجابی

مولانا محمد عثمان عظیم آبادی

مولانا لعل محمد پنجابی

مولانا محمد عثمان کوالی

مولانا ابن الحسن سہرسامی

مولانا عبدالمجید بنگالی

مولانا محمد شفیع سہارنپوری

۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۲ء

تعداد کل طلبہ: ۲۸۲

شرکائے دورہ حدیث: ۲۵

مولانا نورالحسن پنجابی

مولانا حمید الدین ہزاروی

مولانا غلام نبی ہزاروی

مولانا عبدالاحد دربھنگوی

مولانا محمد ناظر بنگالی

مولانا عبدالحمید بنگالی

مولانا محبوب علی بھاگلپوری

مولانا فضل حق سہسپوری

مولانا محمد یعقوب ہزاروی

مولانا ولی احمد راولپنڈی

مولانا حشمت علی بنگالی

مولانا عبدالرؤف بنگالی

مولانا محمد بخش پنجابی

مولانا احمد بخش پنجابی

مولانا لیاقت حسین بہاری

مولانا عبدالغفار بخاری

مولانا وصی الدین مونگیری

مولانا عبدالرشید بنگالی

مولانا خورشید علی دیوبندی

مولانا ابراہیم سورتی

مولانا امیر مسعود بنگالی

مولانا صفت احمد دیوبندی

مولانا حکیم الدین بنگالی

مولانا مبارک علی بنگالی

مولانا فضل الرحمن بنگالی

۱۳۲۱ھ بمطابق ۱۹۰۳ء

تعداد کل طلبہ: ۳۱۰

شرکائے دورۂ حدیث: ۳۵

مولانا غلام محمود پنجابی

مولانا محمد سعید راولپنڈی

مولانا محمد ابراہیم سہسرامی

مولانا محمد الرحمن سندھی

مولانا فضل کریم پنجابی

مولانا امیر احمد پنجابی

مولانا محمد احمد سورتی

مولانا محمد موسیٰ بنگالی

مولانا عبدالغنی مظفرپوری

مولانا محمد میاں انبہٹوی

مولانا شکور اللہ بنگالی

مولانا رحیم بخش بنگالی
مولانا عبدالعزیز پشاوری
مولانا محمد پنجابی
مولانا فقیر اللہ پنجابی
مولانا عبدالرشید نواکھالی
مولانا محمد علی چاٹگامی
مولانا سلیمان شاہ پشاوری
مولانا اکبر علی پنجابی
مولانا محمد سلیمان حصاروی
مولانا سلطان محمود پنجابی
مولانا عبدالحیٔ حیدرآبادی
مولانا عبدالکریم چاٹگامی
مولانا عبدالرحمن بنگالی
مولانا شرف الدین منی پوری
مولانا عبدالغنی چاٹگامی
مولانا محمد موسیٰ پنجابی
مولانا محمد احسن دیوبندی
مولانا ولی محمد پنجابی

مولانا حکیم اللہ
مولانا فضل اللہ مدراسی
مولانا خورشید علی دیوبندی
مولانا محمد رضاء جہلمی
مولانا محمد سعید اعظمی
مولانا محمد خلیل جھیرنی

۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء

تعداد کل طلبہ: ۲۸۴

شرکائے دورۂ حدیث: ۴۲

مولانا محمد الدین نابینا پنجابی
مولانا عبدالخالق نگینوی
مولانا محمد امین فرخ آبادی
مولانا عبداللہ پشاوری
مولانا نعیم الدین دربھنگوی
مولانا عبدالمجید راولپنڈی
مولانا یار محمد پنجابی
مولانا فضل حق مظفر نگری

مولانا حافظ الرحمن بنگالی | مولانا عطاء الحق دیوبندی
مولانا عبداللہ جالندھری | مولانا سید احمد عطامیری
مولانا عبدالمنیف دربھنگوی | مولانا عبداللہ بٹالوی
مولانا محمد یٰسین دربھنگوی | مولانا حافظ احمد خان ہزاروی
مولانا عبدالوہاب دربھنگوی | مولانا عبدالحکیم ہزاروی
مولانا محمد حسن مظفر گڑھی | مولانا محمد اکبر بھاگلپوری
مولانا محمد زکریا چاندپوری | مولانا مبارک شاہ ہزاروی
مولانا عبدالمجید پشاوری | مولانا برہان الدین پنجابی
مولانا حفاظت حسین دربھنگوی | مولانا عبدالکریم دیوبندی
مولانا ابوالحسن دربھنگوی | مولانا محمد حسن پنجابی
مولانا نثار احمد | مولانا صحت خان بلقوی
مولانا عبدالغفور بنگالی | مولانا عظیم اللہ جونپوری
مولانا عزیز الدین نگینوی | مولانا ابوبکر منی پوری
مولانا محمد طاہر بہاری | مولانا غلام مرتضیٰ
مولانا مقبول حسن چاندپوری | مولانا سید احمد ہزاروی
مولانا حافظ الٰہ بخش شیرکوٹی | مولانا عبدالسلام دربھنگوی
مولانا حافظ محمد یعقوب | مولانا محمد اسماعیل دربھنگوی

۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۹۰۵ء

تعداد کل طلبہ: ۳۲۵

شرکائے دورہ حدیث: ۳۳

مولانا سعید احمد سندھی

مولانا عبدالصمد اسلام آبادی

مولانا کفایت اللہ

مولانا عبدالکریم راولپنڈی

مولانا محمد صدیق

مولانا فضل حق جہان آبادی

مولانا عثمان دربھنگوی

مولانا سلطان علی بریلوی

مولانا محمد ضمیر اعظمی

مولانا تازہ دین

مولانا محمد اسحٰق بلیاوی

مولانا نور محمد سندھی

مولانا عماد الدین شیرکوٹی

مولانا رسول خان بغوی

مولانا محمد عیسیٰ پنجابی

مولانا عبدالحکیم اسلام آبادی

مولانا غلام رسول مظفر گڑھی

مولانا حبیب اللہ کشمیری

مولانا محمود عالم بہاری

مولانا حاتم احمد بنگالی

مولانا عبدالمجید بخاری

مولانا محمد یعقوب پشاوری

مولانا عبدالولی بنگالی

مولانا عبدالرزاق بنگالی

مولانا فیض محمد

مولانا علی اکبر

مولانا سید فتح علی شاہ

مولانا فضل جان

مولانا عبدالہادی چاٹگامی

مولانا شفیع الدین بنگالی

مولانا واجد علی

مولانا عبدالغفار اعظمی

مولانا عبدالرحمٰن منی پوری

۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۶ء

تعداد کل طلبہ: ۲۷۴

شرکائے دورہ حدیث: ۳۱

مولانا ظہور احمد سہارنپوری

مولانا بخت الدین پنجابی

مولانا عبدالسلام حصاروی

مولانا ولی محمد پنجابی

مولانا احمد علی پنجابی

مولانا یاور حسین گوپا مئو ہردوئی

مولانا عبدالرؤف کامل پوری

مولانا شبیر حسن الہ آبادی

مولانا سلطان احمد

مولانا عبدالحلیم مدراسی

مولانا سعداللہ پنجابی

مولانا عبدالغنی

مولانا عباس علی بنگالی

مولانا عبدالباقی خان

مولانا فقیراللہ پنجابی

مولانا فضل حق

مولانا صدرالدین

مولانا عبدالعلی بنگالی

مولانا عبدالجلیل آنولہ

مولانا محمد ابراہیم مظفرنگری

مولانا محمد خلیق احمد بنتی

مولانا ابوبکر بلیاوی

مولانا عبدالقادر

مولانا عبدالحق کمرلائی

مولانا امیرالدین دربھنگہ

مولانا فتح محمد

مولانا اظہرالدین بنگالی

مولانا فقیہہ الدین

مولانا عبدالحکیم کمرلائی

۱۳۲۵ھ بمطابق ۱۹۰۷ء

تعداد کل طلبہ: ۲۹۲

شرکائے دورہ حدیث: ۵۶

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی
مولانا مبارک علی نگینوی
مولانا شبلی اعظمی
مولانا محمد یعقوب پشتینی
مولانا ظہور الحق دیوبندی
مولانا فیض الحق پشاوری
مولانا نصرت حسین کوروی
مولانا عبدالرحمن شیرکوٹی
مولانا محمد رشید معصوم پوری
مولانا عطاء اللہ سندھی
مولانا امیر حسن بھاگلپوری
مولانا ہدایت اللہ نالندھی
مولانا غلام محمد ملتانی
مولانا غلا قادر ملتانی
مولانا محمد یامین بنگلوری
مولانا عبدالرحمن ہزاروی
مولانا محمد مٹھا پنجابی
مولانا عبدالاحد اعظمی

مولانا محمد یعقوب پرتاب گڑھی
مولانا عبدالجلیل خان آنولہ
مولانا محسن علی بنگالی
مولانا عبدالستار نابینا سہیلی
مولانا عبدالخالق بخاری
مولانا امیر الدین بھاگلپوری
مولانا عبدالحفیظ دربھنگوی
مولانا حافظ محمد برآت بلخی
مولانا ظہیر الدین نگینوی
مولانا عبدالرشید مظفر پوری
مولانا نور محمد سہسرامی
مولانا عبداللطیف دیوبندی
مولانا نذیر احمد کیرانوی
مولانا امین الدین مالدھی
مولانا نور محمد جھنگوی
مولانا مرید خواجہ پنجابی
مولانا فتح علی شاہ
مولانا علی محمد مظفر گڑھی

مولانا عبدالکریم سہسرامی
مولانا کرامت علی بھاگلپوری
مولانا انوار الحق نگینوی
مولانا محمد سندیپی
مولانا محمد صدیق میاں والی
مولانا نوراللہ خان افغانی
مولانا حبیب اللہ پشاوری
مولانا ولایت حسین سہسرامی
مولانا علی احمد نگینوی
مولانا امیر الدین بہاری
مولانا عبدالرحمن چاٹگامی
مولانا رحیم اللہ بلیاوی
مولانا عبدالکریم چنڈپپوری
مولانا عبدالرحمن بھاگلپوری
مولانا علی احمد ارکانی
مولانا محمد اسمٰعیل چاٹگامی
مولانا صدرالدین
مولانا محمد علی میرٹھی
مولانا حاجی اختر الزماں
مولانا حافظ آل محمد منڈاوری

۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء

تعداد کل طلبہ: ۲۹۴

شرکائے دورہ حدیث: ۳۷

مولانا فیض احمد گجراتی
مولانا الطاف حسین رائے پوری
مولانا فیض الحکیم پشاوری
مولانا محمد ابراہیم منڈاوری
مولانا محمد الدین گجراتی
مولانا حمید الدین گوہاٹی
مولانا احمد شیر چلاسوی
مولانا محمد ابراہیم سنبھلی
مولانا محمود نوا کھالی
مولانا محمد یوسف رہتڑی
مولانا محمد حسین اعظمی
مولانا محمد عمر گنگوہی

مولانا عبدالحفیظ دربھنگوی
مولانا محمد ابراہیم لدھیانوی
مولانا مظہر الدین شیرکوٹی
مولانا انوار الحق جانسٹھ
مولانا محمود عالم دربھنگوی
مولانا عبدالخالق پشاوری
مولانا زین العابدین اعظمی
مولانا ملا میرولی بخاری
مولانا عصمت اللہ چلاسوی
مولانا عبدالرحمن اٹک
مولانا سراج الدین دربھنگوی
مولانا ولایت حسین نیپالی
مولانا حمید الدین جہلمی
مولانا بدر الدین بنگالی
مولانا ابوالعلاء دربھنگوی
مولانا محمد حسن پنجابی
مولانا جمیل الرحمن کرتپوری
مولانا سید اکبر پشاوری

مولانا عبدالغنی پشاوری
مولانا حضرت گل چلاسوی
مولانا عبدالخالق دربھنگوی
مولانا حمید الرحمن چاٹگامی
مولانا امیر الحق بنگالی
مولانا علیم الدین بنگالی
مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے ترمذی و بخاری میں سماعت فرمائی

۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۰۹ء

تعداد کل طلبہ: ۳۶۱
شرکائے دورہ حدیث: ۲۸

مولانا سید فخر الدین ہاپوڑی
مولانا محمد ابراہیم بلیاوی
مولانا انور الحق پنجابی
مولانا اصغر حسین بہاری
مولانا عبدالعزیز اٹکی
مولانا نبی حسن دیوبندی

مولانا عبدالعلی ہزاروی
مولانا عبدالشکور بلیاوی
مولانا فضل ربی بفوی
مولانا عبدالحمید کمرلائی
مولانا ولی الرحمن ہزاروی
مولانا قمر الدین پنجابی
مولانا عبدالحلیم پشاوری
مولانا محبوب شریف حیدرآبادی
مولانا نذیر حسین بگھرہ
مولانا نور محمد اٹکی
مولانا مقبول احمد سہارنپوری
مولانا حامد شاہ پنجابی
مولانا بشیر الدین کملائی
مولانا شمس الدین اٹکی
مولانا نثار احمد کرتپوری
مولانا عبدالحق پشاوری
مولانا عبدالعلی فرید پوری
مولانا عبدالماجد میرٹھی

مولانا انوار احمد شیرکوٹی
مولانا محمد یحییٰ مونگیری
مولانا اللہ داؤد ڈیروی
مولانا خلیل الرحمن بنگالی

۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء

تعداد کل طلبہ: ۴۳۵
شرکائے دورہ حدیث: ۵۲

مولانا شائق احمد بھاگلپوری
مولانا حامد حسن دیوبندی
مولانا ذکی اللہ غازیپوری
مولانا عبدالرحمن بہاری
مولانا غیاث الدین کمرلائی
مولانا خیر محمد پشاوری
مولانا احمد حسن کیرانوی
مولانا عبدالرحمن اعظمی
مولانا محمد جان بنوی
مولانا میر احمد علی حیدرآبادی

مولانا عبدالعزیز کوہاٹی
مولانا جلال الدین نابینا شاہ پوری
مولانا محمد سلمان نظامپوری
مولانا رحیم الدین منی پوری
مولانا محمد یار بخاری
مولانا سعید الدین فرید پوری
مولانا محمد رشید بھاگلپوری
مولانا عطا محمد بقوی
مولانا امام غزالی پنجابی
مولانا عبدالقادر نواکھالی
مولانا احمد شفیع مرادآبادی
مولانا سلطان شاہ پنجابی
مولانا ابراہیم بھاگلپوری
مولانا سلامت اللہ بھاگلپوری
مولانا سید لطف الرحمن ہزاروی
مولانا روشن علی بنگالی
مولانا نور احمد فیض آبادی
مولانا عبدالرحیم جہلمی
مولانا عبدالحفیظ بلیاوی
مولانا محمد صدیق پنجابی
مولانا محمد یوسف بنوی
مولانا گل خان
مولانا احسان علی بجنوری
مولانا محمد حسین ہزاروی
مولانا حاجی محمد کراچوی
مولانا یار محمد بمبئی
مولانا احمد جان بقوی
مولانا محمد یٰسین راولپنڈی
مولانا اختر الزماں بنگالی
مولانا محمد الدین نگینوی
مولانا سید سلام
مولانا حبیب اللہ نواکھالی
مولانا محمد شفیع بڈھانوی
مولانا محمد اسحٰق بریسالی
مولانا محمد صدیق بھوپالی
مولانا غلام محمد پشاوری

مولانا حبیب الرحمن رامپوری

مولانا مظاہر حسن ہاپوڑی

مولانا عبدالماجد در بھنگوی

مولانا غلام سرور بنگالی

مولانا عبدالحیٔ بنوی

مولانا شہاب الدین پنجابی

۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۹۱۱ء

تعداد کل طلبہ: ۴۶۲

شرکائے دورۂ حدیث: ۵۱

مولانا علی اظہر بلیاوی

مولانا محمد جان قذافی

مولانا عبدالعلی رائے بریلوی

مولانا عبدالحیٔ گورداسپوری

مولانا عبدالغنی کوہاٹی

مولانا عبدالرحیم مدراسی

مولانا محمد عیسیٰ بہاری

مولانا ادریس کمرلائی

مولانا بشیر حسن نگینوی

مولانا احمداللہ کیرانوی

مولانا حرمت اللہ قذافی

مولانا بہاء الدین بہاولپوری

مولانا عبدالحفیظ در بھنگوی

مولانا عبدالجبار فرید پوری

مولانا حافظ مظہر الحق نگینوی

مولانا نور علی منی پوری

مولانا فرزند احمد گیاوی

مولانا حافظ عبدالحق فتحپوری

مولانا حافظ محمد عثمان اعظمی

مولانا عبدالوہاب کوہاٹی

مولانا شیخ غلام رسول پنجابی

مولانا مبارک حسین سنبھلی

مولانا خلیل الرحمن نگینوی

مولانا حاجی محمد کراچوی

مولانا محمد اسمٰعیل ہزاروی

مولانا فرحت حسین بھاگلپوری

مولانا عبدالرؤف پشاوری

مولانا عبدالباری چاٹگامی

مولانا عبدالقیوم آروی

مولانا عبدالحق سنبھلی

مولانا عبدالرحمن چاٹگامی

مولانا سعیداللہ پشاوری

مولانا سعیداللہ چمپارنی

مولانا عبدالکریم چاٹگامی

مولانا نورالدین چمپارنی

مولانا محمد بہاولپوری

مولانا اسداللہ شاہ سندھی

مولانا عبدالرشید آروی

مولانا عبدالحمید پہانی ہردوئی

مولانا عبدالحکیم سلہٹی

مولانا شمس الحق کمرلائی

مولانا خیرالدین رنگپوری

مولانا علی احمد نواکھالی

مولانا محمد علی فریدپوری

مولانا سلطان علی میاں والی

مولانا محمد احمد سورتی

مولانا سعید محمد سہوانی

مولانا ابوالحسن چاٹگامی

مولانا بغدادی شاہ

مولانا عبدالشکور دیوبندی

۱۳۳۰ھ بمطابق ۱۹۱۱ء

تعداد کل طلبہ: ۵۶۸

شرکائے دورۂ حدیث: ۵۴

مولانا حمزہ قذافی

مولانا قاضی ضیاء الدین چکوالی

مولانا غلام رسول ملتانی

مولانا عبدالحمید پشاوری

مولانا نور محمد میاں والی

مولانا محمد مصطفی بناری

مولانا عیسیٰ خان پشاوری

مولانا ملا خالد بصری

مولانا عبدالرؤف پشاوری
مولانا سلطان محمود گجراتی
مولانا عبداللہ پشاوری
مولانا عبدالحیٔ میمن سنگھی
مولانا علی صغیر اعظمی
مولانا نذیر احمد اعظمی
مولانا عبدالغنی گیاوی
مولانا محمد حسن سہر ساوی
مولانا عزت علی نگینوی
مولانا اختر علی نگینوی
مولانا ملا ثابت بخاری
مولانا نصیر الدین گوہاٹی
مولانا قاضی افضال احمد
مولانا اسد اللہ شاہ سندھی
مولانا محمد صدیق نجیب آبادی
مولانا غلام یحییٰ میاں والی
مولانا ابراہیم بردوانی
مولانا ریاض الدین جسری

مولانا محمد ناظم دیوبندی
مولانا غلام نبی جہلمی
مولانا محمد ادریس سکھروڈوی
مولانا محمد علی کوالی
مولانا قاضی مسعود احمد دیوبندی
مولانا سید احمد بھوپالی
مولانا عبدالحکیم نواکھالی
مولانا باز محمد ڈیرہ اسمٰعیل خان
مولانا محمد اسمٰعیل دیوبندی
مولانا اسماعیل بارہ بنکوی
مولانا جمیل احمد سنبھلی
مولانا عبدالحمید بھوپالی
مولانا رفیع الدین ملتانی
مولانا محمد الدین لدھیانوی
مولانا عبدالمنان پشاوری
مولانا مطیع الرحمن ارکانی
مولانا جمال الدین چاٹگامی
مولانا سید احمد چاٹگامی

مولانا شبیر علی تھانوی

مولانا عبد الجبار سلہٹی

مولانا علی احمد نواکھالی

مولانا حمید رضا منی پوری

مولانا مظہر اللہ

مولانا محمد جالندھری

مولانا عبد الحمید بریسالی

۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۲ء

تعداد کل طلبہ: ۶۳۰

شرکائے دورہ حدیث: ۴۳

مولانا حافظ سعادت علی نگینوی

مولانا عزیز اللہ نواکھی

مولانا عزیز گل پشاوری

مولانا احسان اللہ نجیب آبادی

مولانا غلام محمد شاہ پوری

مولانا تفضل حسین بارہ بنکی

مولانا مشتاق احمد ڈیرہ غازیخان

مولانا محمد صدیق شاہ پوری

مولانا محمد اسماعیل نواکھالی

مولانا رئیس الحق بہاری

مولانا سید شریف ہزاروی

مولانا عتیق الرحمن مظفر پوری

مولانا حمید الدین نارنولی

مولانا عبد الحفیظ دربھنگوی

مولانا نور محمد ملتانی

مولانا حامد اللہ ملتانی

مولانا غلام مصطفی راولپنڈی

مولانا عبد الرحمن پورنوی

مولانا عبد اللہ بڑودوی

مولانا محمد ابراہیم میاں والی

مولانا حافظ محمد رمضان شاہ پوری

مولانا عبد الغفور ڈیرہ غازیخان

مولانا محمد شفیع سیالکوٹی

مولانا ولی احمد نظام آبادی

مولانا نعمت اللہ بھاگلپوری

مولانا امیر احمد تسنگی
مولانا عبدالرحمن دربھنگوی
مولانا عبداللہ بنوی
مولانا محمد کراچوی
مولانا محمد قربان بخاری
مولانا نذیر حسن امروہوی
مولانا قسیم الدین میمن سنگھی
مولانا رمضان ملتانی
مولانا محمد یوسف مظفرنگری
مولانا عزیزالرحمن نظام پوری
مولانا طفیل احمد شیرکوٹی
مولانا جلال الدین انبالوی
مولانا منیر اللہ چاٹگامی
مولانا محمد علی پشاوری
مولانا عبدالرشید پیر بھومی
مولانا عبدالحمید نواکھالی
مولانا امیر اللہ منی پوری

۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۳ء

تعداد کل طلبہ: ۵۸۶

شرکائے دورۂ حدیث: ۶۴

مولانا عبداللہ گجراتی
مولانا محمد علی لاہوری
مولانا محمد نعیم لدھیانوی
مولانا غوث بھاگلپوری
مولانا مناظر احسن گیلانی
مولانا عبدالرحیم شیرکوٹی
مولانا اسد اللہ شاہ کشمیری
مولانا محمد زبیر دربھنگوی
مولانا نور الہدیٰ دربھنگوی
مولانا حبیب الرحمن لاہوری
مولانا قادر بخش بھاگلپوری
مولانا محبوب الٰہی دیوبندی
مولانا محمد یونس بکھروی
مولانا عبدالحق نواکھالی

مولانا فاروق علی جبلپوری
مولانا اقبال احمد نہٹوری
مولانا سعید احمد دیوبندی
مولانا حبیب الرحمن پشاوری
مولانا محمد حسین دربھنگوی
مولانا عبدالرحمن سروجی
مولانا قادر بخش بہاولپوری
مولانا ولی اللہ اعظمی
مولانا عبدالرحمن مظفر گڑھی
مولانا عبداللہ ڈیرہ غازی خاں
مولانا نخل احمد مرشد آبادی
مولانا محمد اسحق نگینہ
مولانا عبدالودود سندھی
مولانا محمد ایوب نگینہ
مولانا عبدالرزاق دربھنگوی
مولانا عبدالحمید فرید پوری
مولانا عبداللطیف بہاولپوری
مولانا سلطان حسن بجنوری
مولانا واحد بخش بہاولپوری
مولانا احمد سندیبی
مولانا عبدالکریم نہٹوری
مولانا حامد حسن سیوہاری
مولانا ابوالحسن بھاگلپوری
مولانا عبدالحق نواکھالی
مولانا خلیل الرحمن ہزاروی
مولانا عبداللہ لدھیانوی
مولانا نور احمد ہرانی
مولانا شرافت اللہ کمرلائی
مولانا امید علی سندھی
مولانا اصغر شاہ کشمیری
مولانا عبدالغفور بخاری
مولانا عبداللہ بڑودھوی
مولانا محمد اظہر سلہٹی
مولانا عبدالحکیم بخاری

مولانا محمد حنیف پھلتی
مولانا طیب الدین میمن سنگھی
مولانا وقار النبی شیرکوٹی
مولانا جلال الدین انبالوی
مولانا راشد علی سلہٹی
مولانا محمد یوسف مظفرنگری
مولانا فتح علی پشاوری
مولانا عبدالوہاب فرید پوری
مولانا عبدالحئی میمن سنگھی
مولانا عظیم الدین کمرلائی
مولانا عبدالحکیم نواکھالی
مولانا عبدالکریم سندھی
مولانا فقیر محمد ڈیروی
مولانا محمد یوسف الہ آبادی
مولانا ممتاز الدین نواکھالی

۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۱۴ء

تعداد کل طلبہ: ۵۶۲
شرکائے دورۂ حدیث: ۵۲

مولانا غلام مرشد شاہ پوری
مولانا عبدالرحمن کامل پوری
مولانا عبدالحمید بھاگلپوری
مولانا شاہ رسول ہزاروی
مولانا محمد ادریس دربھنگوی
مولانا الطاف حسین بارہ بنکوی
مولانا محمد غنی بھاگلپوری
مولانا احمد نور ہزاروی
مولانا حافظ محمد حسین راندیری
مولانا عبدالرحمن راولپنڈی
مولانا فضل الرحمن میمن سنگھی
مولانا حکیم سعید احمد لکھنوی
مولانا انوار الحق نواکھالی
مولانا فضل حق ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا فتح محمد مظفر گڑھی
مولانا عبدالرحیم شیر کوٹی
مولانا گل محمد بہاول پوری
مولانا ولایت حسین نواکھالی
مولانا محمد ناظم بخاری
مولانا محمود ہزاروی
مولانا شیر محمد مظفر گڑھی
مولانا عبدالرشید نواکھالی
مولانا عبدالغفور بمبئی
مولانا ابوالخیر دربھنگوی
مولانا عبدالعزیز مظفر گڑھی
مولانا علی خضر پشاوری
مولانا مصلح الدین سلہٹی
مولانا سمیع احمد بہاری
مولانا فاروق علی جبلپوری
مولانا عبداللطیف نواکھالی
مولانا شمس الزماں میمن سنگھی

مولانا عبدالواحد سنبھلی
مولانا حفظ الرشید مرادآبادی
مولانا مختار احمد پھلتی
مولانا محمد عظیم کوہاٹی
مولانا شرف الدین دربھنگوی
مولانا اشفاق احمد رائپوری
مولانا علی محمد ڈیرہ غازیخاں
مولانا عبدالقادر نواکھالی
مولانا خدا بخش فیروز پوری
مولانا عبیداللہ ڈیرہ غازیخان
مولانا امیر الدین میمن سنگھی
مولانا عزیز الرحیم کشمیری
مولانا دیانت حسین بھاگلپوری
مولانا شرافت اللہ کمرلائی
مولانا حافظ محمود احمد حسن پوری
مولانا خان محمد پشاوری
مولانا غلام حسین بہاولپوری

مولانا بشیر الحق بھاگلپوری

مولانا احسن شاہ پشاوری

مولانا محمد یوسف نہٹوری

مولانا محمد اسمٰعیل پٹنوی

اس کے بعد آپ نے سفرِ حجاز فرمایا اور اسارت مالٹا کا حادثہ پیش آیا۔

تلامذہ محدثِ کبیر امام العصر
حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہٗ

۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۹۱۵ء

تعداد کل طلبہ: ۵۹۷

شرکائے دورۂ حدیث: ۵۶

مولانا علی احمد اعظمی

مولانا بادشاہ بلوچستانی

مولانا حبیب الرحمن اعظمی

مولانا محمد مسلم دیوبندی

مولانا اسرائیل کشمیری

مولانا مصطفٰی کاکوری

مولانا فضل خالق پشاوری

مولانا عبدالحکیم سندھی

مولانا فیض اللہ چاٹگامی

مولانا مشتاق احمد اعظمی

مولانا محمد امیر بہاولپوری

مولانا سید عالم ہزاروی

مولانا عبدالجلیل ہزاروی

مولانا محمود ہزاروی

مولانا محمد شریف بخاری

مولانا فضل حق ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا حکیم رمضان الحق محمدی

مولانا محمد زکریا در بھنگوی

مولانا عبدالحمید بنوی

مولانا ولایت حسین نواکھالی

مولانا فخرالحسن فیض آبادی

مولانا محمد اسحٰق بھاگلپوری

مولانا سعید احمد نہٹوری

مولانا سیف الرحمن پشاوری

مولانا غلام حسین میانوالی

مولانا ابوالظفر سید مونگیری

مولانا محمد اسرائیل ہزاروی

مولانا محمد یوسف نہٹوری

مولانا عبدالحق گوالپاڑی

مولانا عبدالمجید سرز نجی

مولانا غلام محمد سہارنپوری

مولانا عبدالوہاب پشاوری

مولانا محمد امین جالندھری

مولانا عبدالرحمن ہزاروی

مولانا محمد حسین بریسالی

مولانا خان زماں بنوی

مولانا عبیداللہ ڈیرہ غازیخاں

مولانا محمد ابراہیم نواکھالی

مولانا منظر حسن مونگیری

مولانا عبدالعزیز مظفرپوری

مولانا شہاب الدین حصاروی

مولانا خدا بخش فیروزپوری

مولانا شمس الزماں میمن سنگھی

مولانا فضل حق نواکھالی

مولانا محمد ابراہیم منگلوری

مولانا عبدالمجید چاٹگامی

مولانا محب الحسن دربھنگوی

مولانا امین اللہ نواکھالی

مولانا عبدالعزیز نواکھالی

مولانا عبدالغفار گیاوی

مولانا عبدالمجید پشاوری

مولانا غلام محمد پشاوری

مولانا نورالرحمن نواکھالی

مولانا الٰہی بخش ڈیرہ غازیخاں

مولانا جسیم الدین آروی

مولانا خالق پشاوری

۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۱۶ء

تعداد کل طلبہ: ۵۹۷

شرکائے دورۂ حدیث: ۴۷

مولانا شکر اللہ اعظمی

مولانا عبد الغنی گجراتی

مولانا محفوظ علی گنگوہی

مولانا ممتاز الدین ڈھاکوی

مولانا عبد الکریم بلگامی

مولانا حمید الدین سنبھلی

مولانا محمد عیسیٰ سیکروی

مولانا عبد المجید بردوانی

مولانا عبد الحکیم کوہاٹی

مولانا محمد حسن نگینوی

مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی

مولانا عبد الودود دربھنگوی

مولانا غلام ربانی کشمیری

مولانا عبید اللہ گجراتی

مولانا بدر الدجیٰ ہزاروی

مولانا عبد اللہ خاں ہوشیار پوری

مولانا محمد ابراہیم انبالوی

مولانا فضل الرحمن چاٹگامی

مولانا غلام مصطفی جالندھری

مولانا عبد الحمید بخاری

مولانا سعد اللہ اعظمی

مولانا عبد الغفور کاملپوری

مولانا عابد حسین امروہوی

مولانا محمد عثمان سندھی

مولانا امین الحق اعظمی

مولانا سعید الرحمن اعظمی

مولانا محمد باریز پشاوری

مولانا عبد الودود پشاوری

مولانا میر محمد عاصم قذافی

مولانا عظیم اللہ ہزاروی

مولانا محمد صدیق نگینوی

مولانا عبد اللطیف سلطانپوری

مولانا ملا عبد اللہ تاشقندی

مولانا عبدالرحمن جودھپوری
مولانا مطیع الرحمن ہزاروی
مولانا عبدالسلام ہزاروی
مولانا عبداللہ بنوی
مولانا ظہور الحق سلہٹی
مولانا محمد حسین کلکتوی
مولانا سلطان احمد مکھپوری
مولانا محمد اکرم حیدرآبادی
مولانا محمد حسن کرانچوی
مولانا محمد حسن بڈھانوی
مولانا عبدالرحمن جالندھری

۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء

تعداد کل طلبہ: ۶۰۱

شرکائے دورہ حدیث: ۷۱
مولانا انوار الحق اعظمی
مولانا مفتاح الدین پشاوری
مولانا محمد ابراہیم مسقطی

مولانا نور محمد کاملپوری
مولانا محمد یحییٰ پورنوی
مولانا عبداللطیف پشاوری
مولانا حبیب اللہ ڈیرہ اسمٰعیل خان
مولانا محمد بخش شاہ پوری
مولانا برکت اللہ ہوشیاری
مولانا فضل حق ہزاروی
مولانا علی محمد سورتی
مولانا قادر بخش میانوالی
مولانا نور احمد میانوالی
مولانا احمد حسن ملتانی
مولانا عبدالغفور موصلی
مولانا محمد صالح مصوعی
مولانا سید میرک شاہ کشمیری
مولانا مشیت اللہ دیوبندی
مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
مولانا سید محمد محمود مونگیری
مولانا مبارک اللہ نواکھالی
مولانا رشید احمد اعظمی

مولانا سید ناصر حسین مظفر نگری

مولانا عبد العلیم نواکھالی

مولانا نور احمد نظام پوری

مولانا نور الرحمن کمرلائی

مولانا سید خاں کمرلائی

مولانا عطا محمد میانوالی

مولانا محمد قاسم بریسالی

مولانا عبد الجلیل پشاوری

مولانا معین الدین چاٹگامی

مولانا محمد یعقوب میانوالی

مولانا عبد الشکور پشاوری

مولانا غریب اللہ بریسالی

مولانا علی احمد نواکھالی

مولانا تاج محمد سندھی

مولانا غلام محمد میانوالی

مولانا حاجی علی حسن چاٹگامی

مولانا محمد ادریس بلیاوی

مولانا مصباح الدین بنوی

مولانا عمر الدین ہوشیاری

مولانا اللہ داد خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں

مولانا وحید الدین بجنوری

مولانا عبد الرؤف ہزاروی

مولانا حبیب اللہ ایٹوی

مولانا محمد نظیف ہزاروی

مولانا محمد اسمٰعیل چاٹگامی

مولانا عبد السلام نانوتوی

مولانا عبد الودود ہزاروی

مولانا محمد عثمان گیاوی

مولانا محمد ناصر بلیاوی

مولانا مخلص الرحمن ڈھاکہ

مولانا عماد الدین بخاری

مولانا محمد عثمان سندھی

مولانا محمد یوشع سہارنپوری

مولانا غلام قادر ہزاروی

مولانا محمد ابراہیم ریواڑی

مولانا عز الدین ہوشیار پوری

مولانا عبد الحنان پشاوری

مولانا نور الدین بہاری

مولانا غفور محمد خاں لکھنؤ

مولانا رشید احمد الدہنی

مولانا احمد گل ہزاروی

مولانا عبد الغفور ریواڑی

مولانا نذیر احمد چاٹگامی

مولانا محمد ایوب پشاوری

مولانا افتخار علی شاہجہاں پوری

مولانا رمضان علی مظفر پوری

مولانا عبد الخالق پشاوری

مولانا عبد الرؤف گیاوی

مولانا اختر علی بھاگلپوری

۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۹۱۸ء

تعداد کل طلبہ: ۶۲۱

شرکائے دورہ حدیث: ۶۹

مولانا محمد اسحٰق کانپوری

مولانا غلام غوث ہزاروی

مولانا فضل اللہ شاہجہانپوری

مولانا ظہور احمد دیوبندی

مولانا محمد ادریس کاندھلوی

مولانا قاری محمد طیب قاسمی

مولانا محمد علی حیدر آبادی

مولانا خلیل جہلمی

مولانا عبد الباری راولپنڈی

مولانا ابو الخیر غازی پوری

مولانا محمد اسماعیل سورتی

مولانا رسول محمد بنوی

مولانا خبیر الحق نواکھالی

مولانا سید الحسن راولپنڈی

مولانا مولا بخش مرشد آبادی

مولانا محمد ادریس ہزاروی

مولانا ظہیر الدین اعظمی

مولانا محمد یعقوب دیوبندی

مولانا محبوب الرحمٰن بجنوری

مولانا محمد یوسف کشمیری

مولانا سید آل حسن دیوبندی

مولانا اشفاق محمد سندیلہ ہردوئی

مولانا غلام حیدر مظفر گڑھی

مولانا بدیع الرحمن چاٹگامی
مولانا محمد امین اعظمی
مولانا عبد الغفور بسوکھری
مولانا عبد العزیز جالندھری
مولانا بخشش احمد اعظمی
مولانا نور الزماں بریسالی
مولانا پیر محمد کہلنوی
مولانا ضمیر الدین چاٹگامی
مولانا سید مرزا بخاری
مولانا محمد اسماعیل سہارنپوری
مولانا احمد علی ہوشیارپوری
مولانا محمد احمد مرادآبادی
مولانا عبد المجید حیدرآبادی
مولانا بہاؤ الدین ملتانی
مولانا شمس الدین ڈھاکوی
مولانا خواجہ عبد الوحید ڈھاکوی
مولانا محمد چراغ گجراتی
مولانا مظفر حسین جہلمی
مولانا کلیم اللہ میانوالی

مولانا امام الدین جہلمی
مولانا سعد اللہ ڈیرہ اسمٰعیل خان
مولانا عبد القیوم امروہوی
مولانا احمد اللہ چاٹگامی
مولانا محمد اسحٰق نواکھالی
مولانا صدیق حسن نگینوی
مولانا امین نواکھالی
مولانا سید حسین گیاوی
مولانا بشیر الدین بمبئی
مولانا محمد حنیف دربھنگوی
مولانا نذیر حسن سلہٹی
مولانا ضیاء الحق سلہٹی
مولانا رضا سیوہاری
مولانا نور محمد سندھی
مولانا فرید الدین منڈاوری
مولانا محمد زماں اعظمی
مولانا شفاعت اللہ بدایوی
مولانا عبد الحمید رائیپوری
مولانا اختر کمال چاٹگامی

مولانا محمد قلندر بخاری
مولانا سلیم اللہ مظفر پوری
مولانا محمد موسیٰ خاں پشاوری
مولانا مدد شاہ پشاوری
مولانا قیاس گل ہزاروی
مولانا جمیل احمد بھاگلپوری
مولانا عبدالرؤف بھاگلپوری
مولانا محمد متین اعظمی

مولانا محمد یعقوب اعظمی
مولانا علی نور میانوالی
مولانا محمد ایوب اعظمی
مولانا رحم اللہ نظام پوری
مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی
مولانا لطف الرحمن پشاوری
مولانا محمد عمر ہزاروی
مولانا عبدالحئی گودھری
مولانا غلام صدیق ڈیرہ غازیخاں
مولانا عبدالحق راولپنڈی
مولانا نجم الدین جہلمی
مولانا محمد جمیل بڈھانوی
مولانا عزیز اللہ نواکھالی
مولانا عبدالسلام مونگیری
مولانا خلیل الرحمن کمرلائی
مولانا ولی الرحمن ہزاروی
مولانا اظہر علی سلہٹی
مولانا یوسف گل پشاوری
مولانا عبدالرؤف ہزاروی

۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۹۱۹ء

تعداد کل طلبہ: ۶۰۱
شرکائے دورہ حدیث: ۵۱

مولانا محمد یونس مرادآبادی
مولانا فیوض الرحمن دیوبندی
مولانا سید تقی الدین اناوی
مولانا محمد جلیل کیرانوی
مولانا سلطان اعظم شاہ پوری
مولانا حشمت علی بلند شہری
مولانا حبیب اللہ بہاولپوری

مولانا عبدالمجید بلوچستانی
مولانا محمد مقصود بخاری
مولانا عبدالصمد سلہٹی
مولانا عبدالحیٔ رانچوی
مولانا محمد آل نبی فرخ آبادی
مولانا احمد الرحمن چاٹگامی
مولانا عبدالحیٔ فیروزپوری
مولانا احمد الدین کاملپوری
مولانا غلام ربانی اٹکی
مولانا عبدالرحمن جہلمی
مولانا محمد حسین بریسالی
مولانا محمد فصیح بلیاوی
مولانا محمد مہدی دربھنگوی
مولانا عبدالعزیز بردوانی
مولانا شمس الدین ڈھاکہ
مولانا باقر علی بڑھوودی
مولانا حمید اللہ اکیابی
مولانا عبدالمالک پشاوری
مولانا عبدالغفور جلال آبادی

مولانا محمد وزیر علی سہسرامی
مولانا آفتاب الدین ڈھاکہ
مولانا سید احمد علی بڑھوودی
مولانا ابوالوحید مسیح الزماں کیرانہ
مولانا اللہ بخش بہاولپوری
مولانا حبیب الرحمن مکی

۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء

تعداد کل طلبہ: ۵۵۶

شرکائے دورہ حدیث: ۶۳

مولانا محمد بن احمد مدنی
مولانا بدر عالم میرٹھی
مولانا محمد لائل پوری
مولانا محمد فاروق بریلوی
مولانا محمد رفیع دیوبندی
مولانا محمد صدیق بڑہوودی
مولانا عبدالخالق مظفر گڑھی
مولانا غلام مصطفی پرتابگڑھی
مولانا محمد یٰسین اعظمی

مولانا احمد علی گجراتی
مولانا نور الحسن مظفر پوری
مولانا محمد یوسف جونپوری
مولانا غلام مصطفی ملتانی
مولانا فضل الرحمن ہزاروی
مولانا محمد امین جہلمی
مولانا عبد الحیٔ رنگپوری
مولانا بشیر احمد اعظمی
مولانا محمد نور میانوالی
مولانا عبد الجلیل چاٹگامی
مولانا عبد الحمید ڈھاکوی
مولانا محمد رمضان ڈیرہ غازیخاں
مولانا مغفور شاہ پشاوری
مولانا حافظ غلام محمد جالندھری
مولانا محمد عیسیٰ لائل پوری
مولانا فیض اللہ ملتانی
مولانا محمد اسحق ہزاروی
مولانا سید محمد نبی خان جہانپوری

مولانا مبارک الدین گجراتی
مولانا عبد الوحید سنبھلی
مولانا ولی اللہ نواکھالی
مولانا غلام محمد بھاگلپوری
مولانا مطیع الرحمن ہزاروی
مولانا بشیر احمد سکروڈوی
مولانا خورشید علی مظفر نگری
مولانا الٰہی بخش فیروز پوری
مولانا محمد اکرم سندھی
مولانا عبد الکریم نواکھالی
مولانا رحمت اللہ بجنوری
مولانا محمد صادق کامل پوری
مولانا محمد شبلی اعظمی
مولانا عبد الرؤف ہزاروی
مولانا محمد اسحق پیلی بھیتی
مولانا غلام محمد جالندھری
مولانا ناصر الدین میمن سنگھی
مولانا عبد الصمد چاٹگامی

مولانا سید احمد اکیابی
مولانا محمد داؤد ہزاروی
مولانا عبدالعلی ڈیرہ اسمٰعیل خاں
مولانا مفیض الرحمن کمرلائی
مولانا محمد قاسم بخاری
مولانا محمد شریف پھلتی
مولانا ریحان الدین نواکھالی
مولانا عبدالرشید چاٹگامی
مولانا فضل اللہ فتح پوری
مولانا فضل حق بریسالی
مولانا حکیم ابوبکر کاندھلوی
مولانا گل زمان ہزاروی
مولانا سکندر شاہ رنگونی
مولانا حفیظ اللہ بلند شہری
مولانا محمد موسیٰ بخاری
مولانا نسیم گل بنوی
مولانا محمد چاٹگامی
مولانا اشتیاق علی مظفر نگری

۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء

تعداد کل طلبہ: ۵۸۰

شرکائے دورہ حدیث: ۸۷

مولانا سید طاہر حسین امروہوی
مولانا عبدالرحمن ہزاروی
مولانا محمد میاں گنگوہی
مولانا محمد یوسف شاہ کشمیری
مولانا عبدالکبیر کشمیری
مولانا نافع گل پشاوری
مولانا ولایت شاہ راجوری کشمیر
مولانا عبدالقادر دیوبندی
مولانا عبداللہ کشمیری
مولانا عبدالمجید کشمیری
مولانا عبدالخالق ہوشیار پوری
مولانا محمد رمضان ڈیرہ غازیخاں
مولانا عبدالمجید گودھروی
مولانا وجیہہ الدین رامپوری
مولانا عبدالوہاب چاٹگامی
مولانا عبدالصمد کچھاڑی

مولانا امام الدین میمن سنگھی

مولانا عبداللہ فیروز پوری

مولانا محمد عظیم ہردوئی

مولانا محمد سعید نگینوی

مولانا عبدالحمید چینی

مولانا امین الحق پشاوری

مولانا علاء الدین جہلمی

مولانا محمد یحییٰ پشاوری

مولانا عبدالخالق جلال آبادی

مولانا مصدر علی سلہٹی

مولانا قادر بخش بہاولپوری

مولانا عبدالقیوم مونگیری

مولانا عبدالواحد جسری

مولانا شمس الدین وزیرستانی

مولانا عبدالعزیز نگینوی

مولانا رحیم بخش مظفر نگری

مولانا غلام نبی ملتانی

مولانا عبدالحکیم قندھاری

مولانا محمد فرجام کچھاڑی

مولانا جلال احمد چاٹگامی

مولانا احمد انصاری رامپوری

مولانا عبدالقدیر امروہوی

مولانا محمد صدیق بلوچستانی

مولانا محمد امین چاٹگامی

مولانا شمس القمر پشاوری

مولانا محمد ابراہیم مدراسی

مولانا محمد شعیب ہزاروی

مولانا امیر حمزہ کامل پوری

مولانا شہاب الدین فیروز پور

مولانا اختر علی بھوپالی

مولانا محمد حبیب بارہ بنکی

مولانا سرور حسین امروہوی

مولانا عبدالغفور دربھنگوی

مولانا غلام قادر چاٹگامی

مولانا علی اختر مظفر نگری

مولانا کلیم الدین فرید پوری

مولانا حبیب اللہ نواکھالی

مولانا محمد انیس شیر کوٹی

مولانا محمد یامین سہارنپوری
مولانا مظفر حسین مظفر نگری
مولانا عبدالعزیز مظفر پوری
مولانا محمد اسحق کیرانوی
مولانا محمد نوبت ہزاروی
مولانا محمد شعیب شیرکوٹی
مولانا محمد اسحق دربھنگوی
مولانا حمید احمد نہٹوری
مولانا حلیم حصاروی
مولانا محمد نواب علی کملائی
مولانا عظیم بخش بھاگلپوری
مولانا محمد رفیع لکھنوی
مولانا محمد عمران چرتھاولی
مولانا خلیل الرحمن سلچری
مولانا عبدالرحمن فرید پوری
مولانا محمد بہرام قندھاری
مولانا نور محمد قندھاری
مولانا مصباح الاسلام سہارنپور
مولانا محمد اسلم نواکھالی

مولانا عبدالقیوم کامل پوری
مولانا نور علی ساکن ملائی
مولانا عبدالحلیم بخاری

۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء

تعداد کل طلبہ: ۷۲۲

شرکائے دورۂ حدیث: ۵۰

مفتی عتیق الرحمن دیوبندی
مولانا علی احمد سیتاپوری
مولانا سید اختر حسین دیوبندی
مولانا سید احمد دیوبندی
مولانا قمر جمیل عمروی
مولانا حبیب الرحمن سلہٹی
مولانا نثار احمد دربھنگوی
مولانا محمود احمد دربھنگوی
مولانا عبداللہ ملتانی
مولانا عبداللہ پٹنوی
مولانا محمد حسین نگینوی
مولانا ارشاد علی چاٹگامی

مولانا عبدالحلیم ملتانی

مولانا ساجد الرحمن سلہٹی

مولانا ابوسفیان نواکھالی

مولانا سعید احمد چاٹگامی

مولانا محمد امین چاٹگامی

مولانا محمد قاسم مظفر گڑھی

مولانا شفیق الرحمن چاٹگامی

مولانا معظم علی نجیب آبادی

مولانا بشارت حسین عمروی

مولانا فیض الحق نواکھالی

مولانا عنایت اللہ شیرکوٹی

مولانا غلام نبی جلال آبادی

مولانا عبدالقہار پشاوری

مولانا نواب علی کمرلائی

مولانا محمد علی جالندھری

مولانا محمد صالح اندجانی

مولانا سید دین محمد شاہ مظفر گڑھ

مولانا مظفر شاہ مظفر گڑھی

مولانا شرافت اللہ رائے بریلی

مولانا عبدالحلیم گنگیروی

مولانا عمر الدین ہزاروی

مولانا رستم علی جسری

مولانا عبدالصمد قندھاری

مولانا محمد انیس شیرکوٹی

مولانا عبدالعزیز جہلمی

مولانا عبیداللہ سندھی

مولانا محمد ابراہیم سورتی

مولانا بدیع الرحمن نواکھالی

مولانا محمد موسیٰ بہاولپوری

مولانا بدرالدین مظفرپوری

مولانا جان محمد لائلپوری

مولانا عبدالغنی سیالکوٹی

مولانا عبدالرحمن مانکی

مولانا محمد قاسم بلیاوی

مولانا شمس القمر پشاوری

مولانا محمد شعیب ہزاروی

مولانا سرور حسین امروہوی

۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹۲۳ء

تعداد کل طلبہ: ۷۹۵

شرکائے دورہ حدیث: ۷۲

مولانا محمد یحییٰ تھانوی
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا حفظ الرحمن سیوہاری
مولانا محمد عثمان دربھنگوی
مولانا عبد الحفیظ بلیاوی
مولانا مطلوب الرحمن دیوبندی
مولانا ابو الحسن چاٹگامی
مولانا عبد الرحیم کشمیری
مولانا محمد شفیع میانوالی
مولانا محمد انیس کاندھلوی
مولانا محمد یوسف جالندھری
مولانا تاج الاسلام کمرلائی
مولانا نقیب احمد پشاوری
مولانا بہرام خاں ہزاروی
مولانا شمس الدین کاملپوری
مولانا محمد ادریس نواکھالی

مولانا محمد حیات جالندھری
مولانا عبد العزیز گجراتی
مولانا سید احمد سیتاپوری
مولانا عبد المنان چاٹگامی
مولانا محمد ابراہیم چاٹگامی
مولانا فضل الرحمن اعظمی
مولانا علی محمد سندھی
مولانا ولی بہاولپوری
مولانا محمد فاضل مراد آبادی
مولانا اقبال حسین سیتاپوری
مولانا محمد اکرم اعظمی
مولانا عبد الغنی جسری
مولانا عبد اللہ سندھی
مولانا عبد الستار جلال آبادی
مولانا فضل حق ہزاروی
مولانا عبد الحئی ہزاروی
مولانا عبد الکریم بہاولپوری
مولانا غلام محمد ڈیرہ غازیخاں
مولانا غلام صدیق سندھی

مولانا محمد احمد سلہٹی
مولانا عبد الغفار میانوالی
مولانا عبد الاحد خاں سیتاپور
مولانا محی الدین بجنوری
مولانا عبد القادر چاٹگامی
مولانا عبد الصمد مدراسی
مولانا بدیع الزماں نواکھالی
مولانا عبید اللہ سندھی
مولانا ابوالفتح چاٹگامی
مولانا عبد الرشید نواکھالی
مولانا عبد المالک پشاوری
مولانا فضل الرحمن نواکھالی
مولانا عصام الدین پشاوری
مولانا غلام محی الدین شاہ پشاور
مولانا محمد عرفان ہزاروی
مولانا سید حسن خاں بسی کوٹلہ
مولانا محمد فاضل میرٹھی
مولانا حسین احمد کھلنوی
مولانا فضل اللہ نواکھالی

مولانا غلام رسول بخاری
مولانا امین اللہ نواکھالی
مولانا قاری عبد الرحمن جالندھر
مولانا لعل حسین شیخوپورہ
مولانا ظہیر الدین پھاڑی
مولانا عبید الحق نواکھالی
مولانا عبد الرشید خاں الٰہ آبادی
مولانا عبد الخالق ملتانی
مولانا عبد الرحمن فیروزپور
مولانا عبد الواحد سلہٹی
مولانا سید طاہر حیدر آبادی
مولانا عبد الرشید فرید پوری
مولانا فضل الدین جسری
مولانا محمد ادریس فرید پوری
مولانا محمد حاتم کھلنوی
مولانا شمس الدین بخاری
مولانا محمد معصوم میانوالی

۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۴ء

تعداد کل طلبہ: ۸۳۰

شرکائے دورۂ حدیث: ۸۷

مولانا محمد ادریس میرٹھی

مولانا سید میاں دیوبندی

مولانا محمد طاہر دیوبندی

مولانا عبداللطیف دیوبندی

مولانا سیف اللہ کشمیری

مولانا محمد تقی دیوبندی

مولانا عبدالعزیز کشمیری

مولانا نذیرالدین کشمیری

مولانا اللہ وسایا ڈیرہ غازیخان

مولانا محمد صدیق شاہ پوری

مولانا اشفاق علی سنبھلی

مولانا فخرالدین سورتی

مولانا نور محمد سندھی

مولانا حمید الدین سنبھلی

مولانا عبدالغفور گورداسپور

مولانا محمد اسلم سیالکوٹی

مولانا غلام محمد لدھیانوی

مولانا غلام محمد سیتاپوری

مولانا عبدالمعبود چاٹگامی

مولانا محمد ابراہیم سنبھلی

مولانا محمد اشرف ہزاروی

مولانا عبدالمتین ہزاروی

مولانا محمود الرحمن جالونی

مولانا فتح محمد گوجروالا

مولانا عبدالکریم جالندھری

مولانا محمد قاسم لہرپور سیتاپوری

مولانا فضل کریم نواکھالی

مولانا احمد چاٹگامی

مولانا ظہور حسن گورداسپور

مولانا محمد سلمان بن اسمٰعیل سورتی

مولانا علم الدین گورداسپور

مولانا سید حسین نگینوی

مولانا محمد انور چاندپوری

مولانا عبدالرحیم امرتسری

مولانا محمد زماں پشاوری

مولانا محمد سلیمان سورتی

مولانا ایوب حسن سہارنپور

مولانا عبدالرحمن گودھروی

مولانا قاضی حماد گیاوی

مولانا عزیز الرحمن ہزاروی

مولانا محمد مسعود مرادآبادی

مولانا طالب حسین سیالکوٹی

مولانا شمس الحق بہاری

مولانا عبداللہ ڈیرہ غازیخاں

مولانا احمد اشرف راندیری

مولانا عبدالحمید غازیپوری

مولانا عبدالقیوم سہارنپوری

مولانا عبداللہ میانوالی

مولانا مہتاب الدین میمن سنگھی

مولانا محمد ڈیرہ اسمٰعیل خاں

مولانا حفیظ اللہ مظفرپوری

مولانا جامع الدین پشاوری

مولانا ذکی الدین اناوی

مولانا محمد یحییٰ کیرانوی

مولانا موج الدین پٹیالوی

مولانا میر احمد چاٹگامی

مولانا عبدالکریم کھلنوی

مولانا محمد ضرار خاں بلندشہری

مولانا ریاض احمد کیرانوی

مولانا عظمت اللہ کچھاڑی

مولانا عبدالبصیر سیوہاری

مولانا اظہر الدین مرشدآباد

مولانا عبدالمالک چاٹگامی

مولانا فیاض الدین بجنوری

مولانا حسن شاہ پشاوری

مولانا معصوم علی سیتاپوری

مولانا انعام اللہ پشاوری

مولانا نور محمد قندھاری

مولانا محمد حسن فیروزپوری

مولانا روشن علی نواکھالی

مولانا محمد اللہ پشاوری

مولانا مصباح الحق نواکھالی

مولانا عبدالحق ہزاروی

مولانا عبدالستار چاٹگامی

مولانا عبدالحکیم ہزاروی

مولانا بدیع الرحمن گیاوی

مولانا محمد سید بخاری

مولانا عبدالمجید کمرلائی

۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۵ء

تعداد کل طلبہ: ۸۵۱

طلبہ دورہ حدیث: ۹۹

مولانا اسرار الحق گنگوہی

مولانا فقیر محمد ہزاروی

مولانا شاہ معصوم بخاری

مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلی

مولانا محمد عالم دربھنگوی

مولانا انعام الحق اعظمی

مولانا حشمت علی سہارنپوری

مولانا عبدالصبور شاہ جہانپور

مولانا عبدالمجید سلطانپوری

مولانا کفیل احمد کرتپوری

مولانا مقصود علی خان سنبھلی

مولانا عبدالرشید ڈیرہ غازیخاں

مولانا محمود الحسن گیاوی

مولانا محمد یعقوب جالندھری

مولانا فخرالدین کرتپوری

مولانا عبداللہ بہاری

مولانا حاجی محمد موسیٰ سورتی

مولانا عبدالسلام بلندشہری

مولانا شفیع الدین سندھی

مولانا سعید احمد بچھرانوی

مولانا قاری اصغر علی سہسپوری

مولانا محمد محمود گورکھپوری

مولانا نواب الدین سندھی

مولانا عبدالقیوم ہزاروی

مولانا محمد صالح سندھی

مولانا محمد ابراہیم راولپنڈی

مولانا عبداللہ ہزاروی

مولانا قمر الزماں بنوی

مولانا ریاست علی سلہٹی

مولانا عبدالاحد الٰہ آبادی
مولانا نواب علی سیتاپوری
مولانا عبداللہ جھنگوی
مولانا محمد وجیہہ پانی پتی
مولانا خلیل الرحمن مراد آباد
مولانا واحد بخش مظفر گڑھی
مولانا امان اللہ مظفر گڑھی
مولانا ابوالقاسم دربھنگوی
مولانا ابواللیث پشاوری
مولانا محمد صدیق بیربھومی
مولانا شمس الدین انبہٹوی
مولانا عبدالمالک پشاوری
مولانا محمد یٰسین اعظمی
مولانا نور محمد کاملپوری
مولانا عبدالقادر بلخی
مولانا عبدالرشید پٹیالوی
مولانا ظہور احمد دربھنگوی
مولانا ابوالخیر کمرلائی
مولانا عبدالعزیز ڈھاکوی

مولانا عبدالغنی مرشد آبادی
مولانا خلیل الرحمن چاٹگامی
مولانا شفیع اللہ پشاوری
مولانا محمد اعظمی
مولانا خادم الدین پشاوری
مولانا نور الرحمن پشاوری
مولانا دانش احمد چاٹگامی
مولانا محمد صدیق مظفر نگری
مولانا عبدالباری اعظمی
مولانا محمد اسمٰعیل بن محمود سورتی
مولانا یار محمد کاملپوری
مولانا عبداللطیف کھلنوی
مولانا عبدالقیوم پشاوری
مولانا محمد یوسف سورتی
مولانا ہدایت الرحمن چاٹگامی
مولانا امام الدین نواکھالی
مولانا عبدالحق ہوشیارپوری
مولانا فیروز احمد چاٹگامی
مولانا منظور علی میرٹھی

مولانا چراغ حسن سہارنپور
مولانا حمید الدین ہماروی
مولانا غلام سبحان چاٹگامی
مولانا عبدالقدوس بہاری
مولانا امان اللہ کرنالی
مولانا نور محمد کامل پوری
مولانا عزیز الرحمن چاٹگامی
مولانا عبدالجلیل ہزاروی
مولانا اسلام الحق اعظمی
مولانا عبدالرحمن چینی
مولانا بحر العلوم اعظمی
مولانا عبدالقادر سیتاپوری
مولانا احمد میاں سہارنپوری
مولانا سراج الحق سلہٹی
مولانا فضل الرحمن پشاوری
مولانا اعجاز الحق دربھنگوی
مولانا عبدالعزیز امروہوی
مولانا ضیاء اللہ خان نجیب آبادی
مولانا عبدالستار ملتانی

مولانا محمد اعظم بجنوری
مولانا محمد حسن لدھیانوی
مولانا مفیض اللہ نواکھالی
مولانا محمد غوث مدراسی
مولانا محمد نواب پشاوری
مولانا عبدالحق بھاگلپوری
مولانا فضل حق چاندپوری
مولانا عبدالمجید اعظمی
مولانا عبدالغفور میمن سنگھی
مولانا نور محمد نواکھالی
مولانا عبداللہ خان کرتپوری

۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۹۲۶ء

تعداد طلبہ: ۱۰۰۱

طلبہ دورۂ حدیث: ۱۰۴

مولانا محمد منظور نعمانی سنبھلی
مولانا فضل الرحمن مرادآباد
مولانا غلام نبی کشمیری
مولانا حمید حسن دیوبندی

مولانا انوار الحسن شیر کوٹی

مولانا محمد یوسف بریلوی

مولانا خلیل الرحمن کشمیری

مولانا رحم الٰہی راجو پوری

مولانا محمد احسن دیوبندی

مولانا مشتاق احمد پورقاضی

مولانا مقدس علی سلہٹی

مولانا عبدالحمید نواکھالی

مولانا عبدالرحمن غازی پوری

مولانا اسمٰعیل بن احمد سورتی

مولانا لطف اللہ پشاوری

مولانا محمد یوسف کامل پوری

مولانا محمد صدیق کیرانوی

مولانا محمد حسن سنبھلی

مولانا ابوالحسن غازی پوری

مولانا عبدالعلی بنوی

مولانا محمد امین اعظمی

مولانا مغیث الدین چاند پور

مولانا نذر محمد بہاولپوری

مولانا فضل حنان کشمیری

مولانا عزیز احمد بھوپالی

مولانا محمد حنیف دربھنگوی

مولانا محمد امیر شاہ بہاولپور

مولانا عبدالوہاب سلہٹی

مولانا عبدالحق ہزاروی

مولانا شمس الحق اعظمی

مولانا سعد اللہ پشاوری

مولانا احمد حسن چاٹگامی

مولانا فصیح الزماں پھلتی

مولانا فصیح احمد بہاری

مولانا محمد آفاق بیکروی

مولانا مستفیض الرحمن چاٹگامی

مولانا نور محمد بلوچستانی

مولانا حفیظ اللہ گورکھپوری

مولانا محمد یعقوب بھاگلپور

مولانا عبدالمالک ہزاروی

مولانا حفیظ اللہ بہاولپوری

مولانا حبیب الرحمن ہزاروی

مولانا عبدالماجد چاٹگامی	مولانا محمد قاسم انبہٹوی
مولانا نور محمد لدھیانوی	مولانا محمد حسن لدھیانوی
مولانا بدرالدین جہلمی	مولانا محمود عالم دربھنگوی
مولانا محمد حسین چاٹگامی	مولانا محمد یوسف فریدکوٹی
مولانا محمد طاہر میمن سنگھی	مولانا عبداللہ چاٹگامی
مولانا نور محمد راولپنڈی	مولانا فصیح الدین اناوی
مولانا محمد اسماعیل چاٹگامی	مولانا عبدالرحمن کاملپوری
مولانا فریدالدین افضل گڑھی	مولانا احمد اللہ نواکھالی
مولانا عبدالغفار بارہ بنکوی	مولانا امین الحق چاٹگامی
مولانا محمد موسیٰ سورتی	مولانا علی اکبر چاٹگامی
مولانا فیاض علی سلہٹی	مولانا عبدالقادر سورتی
مولانا صغیرالحق دربھنگوی	مولانا عبدالوہاب کمرلائی
مولانا مظفرالدین مرادآبادی	مولانا حبیب الرحمن چاٹگامی
مولانا عبدالحق کاملپوری	مولانا حبیب اللہ سلطانپوری
مولانا عبداللہ گوڑگانوی	مولانا ولی خان کاسانی
مولانا مشرف حسین سنبھلی	مولانا عبدالحنان ہزاروی
مولانا محمد یونس نواکھالی	مولانا محمد علی کوہستانی
مولانا عبدالواحد مرادآبادی	مولانا شاہ محمد بہاولپوری
مولانا عبداللہ لدھیانوی	مولانا بشیر احمد ملتانی

مولانا عبدالمجید لدھیانوی

مولانا محمد سعید سندھی

مولانا سعید حسن گنگوہی

مولانا عبدالرحمن رامپوری

مولانا علم الدین جالندھری

مولانا حفظ الرحمن پرتابگڑھی

مولانا محمد بلال بھاگلپوری

مولانا محمد امین سورتی

مولانا حامد علی خان مرادآباد

مولانا حشمت اللہ نواکھالی

مولانا قمر علی ہزاروی

مولانا شیر محمد شاہ ہزاروی

مولانا محمد یعقوب ہزاروی

مولانا مہدی حسن بلیاوی

مولانا اسمٰعیل بن احمد سورتی

مولانا کرامت علی میمن سنگھی

مولانا ضیاء الدین سیوہاری

مولانا احمد مجتبیٰ ڈیرہ غازیخاں

مولانا خوشی محمد سندھی

مولانا فضل کریم چاٹگامی

مولانا محمد اسلام نواکھالی

مولانا محمد امیر سلہٹی

مولانا امین اللہ نواکھالی

مولانا محمد ذاکر جھنگوی

اس کے بعد مدرس حرم نبوی (زادہ اللہ شرفاً) رفیق مالٹا، جانشین شیخ الہند مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے میراثِ نبوت کو وارثین تاجدارِ مدینہ تک پہنچایا۔

ضلع	تعداد فضلاء کرام	ضلع	تعداد فضلاء کرام
پشاور	۲۱۷	شاہ پور	۱۹
فرید کوٹ	۲	گودھرا	۳

ضلع	تعداد فضلاء کرام	ضلع	تعداد فضلاء کرام
بنوں	۶۵	ہزارہ	۲۰۸
جہلم	۳۴	مردان	۷۲
صوات	۱۸	کیمبل پور	۴
شیخوپورہ	۱	آزاد قبائل	۴
راولپنڈی	۲۱	کوہاٹ	۲۳
وزیرستان	۴	ڈیرہ غازی خان	۶۱
مظفر گڑھ	۲۷	میانوالی	۳۸
ڈیرہ اسماعیل خان	۴۰	گورداسپور	۲۴
لائلپور	۲۹	کراچی	۹
باجوڑ	۷	سکھر	۱۳
بہاول پور	۳۶	جیکب آباد	۴
گجرات	۳۸	حیدرآباد (سندھ)	۱۴
بہاولنگر	۱۵	لاڑکانہ	۱۲
رحیم یار خان	۱۴	تھرپارکر	۶
چترال	۶	خیرپور	۳

ضلع	تعداد فضلاء کرام	ضلع	تعداد فضلاء کرام
سیالکوٹ	۱۳	مکران	۱۸
ملتان	۴۰	لورالائی	۲
لاہور	۱۳	چاغی	۲
سرگودھا	۱۶	سبی	۲
منٹگمری	۷	قلات	۱۵
گوجرانوالہ	۱۱	کوئٹہ۔بلوچستان	۱۰
جھنگ	۲۰	مردان	۵۷
میزان	۶۹۴	میزان	۶۲۳

علماء وطلباء کے لئے علمی سوغاتیں

خطباتِ صدیقی

آبا کے دیس میں